نمازِ پنجگانہ کی رکعتیں

مع

نمازِ وتر و تہجد

(فضائل و مسائل)

تالیف و پیشکش

الشیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

ترجمان سپریم کورٹ الخبر (سعودی عرب)

ترتیب و تسہیل

آنسہ شکیلہ قمر صاحبہ

نشر و توزیع

مکتبہ کتاب و سنت ریحان چیمہ ڈسکہ سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❋❋❋ تنبیہ ❋❋❋

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

نمازِ پنجگانہ کی رکعتیں

مع

نمازِ وِتر و تہجّد

(فضائل و مسائل)

تالیف و پیشکش

ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین

(بی۔اے گولڈ میڈلسٹ، ایم اے عربی و اسلامیات، وفاق المدارس والجامعات)

ترتیب و تدوین

آنسہ شکیلہ قمر

ناشر

مکتبہ کتاب و سنت، ریحان چیمہ
(ضلع سیالکوٹ)

توحید پبلیکیشنز (جدید) بنگلور
(کرناٹک۔انڈیا)

نامِ کتب..................................نمازِ پنجگانہ کی رکعتیں مع نمازِ وِتر وتہجّد (فضائل ومسائل)

تالیف وپیش کش..............................ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدّین

ترتیب وتدوین..............................آنسہ شکیلہ قمر

طبع اول ۲۰۰۰ء..............................گیارہ سو، باہتمام جواد احمد

طبع دوّم ۲۰۰۱ء..............................دوہزار، باہتمام رحمت اللہ خان (ایڈوکیٹ)

کمپوزنگ....................................مسعود سہیل

نوٹ: (یہ کتاب ہم مؤلّف کے ساتھ ایک معاہدہ کے تحت شائع کررہے ہیں)

پاکستان میں ملنے کے پتے:

دارالفرقان اردو بازار ،لاہور

المکتبہ السّلفیہ ۵/۴ شیش محل روڈ، لاہور

نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

اسلامی اکیڈمی، اردو بازار، لاہور

احمد بک کارپوریشن، راولپنڈی

مکتبہ علمیہ، کراچی

مکتبہ کتاب وسنّت، ریحان چیمہ، سیالکوٹ

ہندوستان میں ملنے کے پتے:

توحید پبلیکیشنز، ایس.آر.کے. گارڈن

بنگلور۔فون.۶۶۵۰۶۱۸

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر
(طبعِ اوّل)

تمام تعریفیں، حمد وثنا خدا بزرگ و برتر کیلئے کہ صرف وہی اس لائق ہے۔ ہزاروں درود و سلام آقائے دو جہاں فخرِ موجودات جنابِ رسول اللہ ﷺ کیلئے۔ حمد وثنا کے بعد عرض ہے کہ میری خوش بختی ہے کہ اللہ رب العزّت نے محض اپنی رحمت سے مجھے اس قابل بنایا کہ میں اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام کروں حالانکہ میری بساط واوقات یہ نہ تھی۔

اس کتاب کے سلسلہ میں کچھ گزارشات از حد ضروری ہیں کیونکہ ان گزارشات کے بغیر یقیناً اس کا حق ادا نہیں ہوتا۔ سب سے پہلی بات یہ کہ نماز ورکعات کے فضائل ومسائل کے سلسلہ میں لاتعداد کتب ورسائل شائع ہوئے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے لیکن اس کتاب کو شائع کرنا اس لئے ناگزیر ہوگیا تھا کہ مصنف نے اپنی ہر بات پر دلائل پیش کئے اور اپنے دلائل کو مستند حوالوں کے ساتھ لکھا ہے۔ میرے یقین وعلم کے مطابق گزشتہ کچھ عرصہ میں ایسی کتاب یا رسالہ شائع نہیں ہوا جس میں اسقدر اسناد وحوالہ جات تحریر کئے گئے ہوں۔ اللہ کمی بیشی معاف فرمانے والا ہے۔ اگر ایسی کوئی کتاب شائع ہوئی ہے تو میری نظر سے نہیں گزری اور نہ ہی میرے احباب نے اس سلسلہ میں کوئی گواہی پیش کی ہے اس بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت میں وہ شخص ہوں جس پر اللہ پاک نے اپنی خصوصی رحمت کرتے ہوئے ایک مستند کتاب کی اشاعت کا شرف بخشا ہے۔

میں نے کتاب کو متعدد بار پڑھا تا کہ اس کے متعلق بھرپور تسلی کرلوں سو میں اپنے علم و یقین کے مطابق مطمئن وشاد ماں ہوکر تحریر کررہا ہوں کہ کتاب کا مسودہ تقریباً ہر لحاظ سے مکمل ہی لگا۔

اسی بناء پر اس کی اشاعت کا منصوبہ بنایا گیا۔

کتاب میں حوالہ جات کی تفصیل کے علاوہ ایک سب سے بڑی خاصیت جو میری نظر سے گزری وہ یہ کہ پوری کتاب میں مصنف نے اختلافی مسائل پر بِلا دلیل ولا یعنی بحث نہیں کی، نہ ہی کسی خاص مسلک یا جماعت کی بلا وجہ وبیجا نمائندگی کی،صحاح ستہ وغیرہ سے احادیث منتخب کر کے؛ بیان کردی ہیں اور جہاں پر ایک سے زائد طریقے ملے ان کو بھی بیان کردیا۔ میری نظر میں ایک معتدل ومنصف مزاج مُحقِق کے یہی فرائض ہوتے ہیں جن کو مصنِّف نے بطریق احسن انجام دیا ہے۔مصنف کی یہ کاوش انتہائی قابلِ ستائش ہے کیونکہ کوئی بات کرنا اوراس پر مفصل دلائل اورحوالہ جات پیش کرنا خاصا محنت طلب کام ہےاورآج کل ہمارے یہاں محنت کا رواج اختتام پذیر ہوتا نظر آرہاہے۔کسی بھی زمانے میں اسطرح کا کام بہت قدر کی نظر سے دیکھا جائے گا۔

کتاب کی اشاعت کا اہتمام کیوں کیا گیا؟ اس سلسلہ میں امام مسلم کا یہ قول کافی ہوگا:

''اسناد اصل دین کیطرف راہنمائی کرتی ہیں اورجس چیز کی سند نہیں اسکی کوئی اصل نہیں۔''

میری خواہش ہے کہ میں وہ شخص بنوں جو لوگوں کو اصل دین کیطرف راغب کرے نہ کہ وہ جو دین سے ہٹادے۔اپنی بساط واوقات کے مطابق کوشش کی ہے کہ کتاب میں اغلاط نہ ہوں مگر غلطی رہ جانا بشریت کا تقاضا ہے۔اگرکوئی غلطی رہ گئی ہوتو از راہِ کرم اسکی اطلاع بہم پہنچا کر اپنی مذہبی واخلاقی ذمہ داری کا ثبوت دیں۔اس میں جو کچھ اچھائی پائیں اسکو رب کائنات کی رحمت تصور کریں اور جہاں کوئی کمی کوتاہی ملے تو اس پر میری خطاؤں کی بخشش کیلئے ہاتھ اٹھادیں۔

میری اورآپ کی ترقی وبخشش کا راز یہی ہے کہ ہم اپنی زندگی حضورِ اقدس ﷺ کے طریقہ پر بسر کریں۔اللہ مجھے اورآپ کو دین، دنیا اورآخرت کی بھلائیاں نصیب کرے،ہمیں اسلام والی زندگی اورایمان والا خاتمہ عطا کرے۔(آمین)

دعاؤں کا طالب

جواد احمد

مقدمہ

﴿ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئٰاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ﴾

اَمَّا بَعْدُ:

معزز قارئین! اسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ:

نمازِ پنجگانہ کے فرائض کے علاوہ شروع یا آخر میں یا دونوں ہی جگہ کچھ سنتیں بھی ہیں جن میں سے بعض مؤکّدہ اور بعض غیر مؤکّدہ ہیں۔

اسی طرح نمازِ جمعۃ المبارک اور نمازِ وتر و تہجد بھی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں انہی سب امور کی مناسب سی تفصیل مذکور ہے۔ بعض متنازعہ فیہ امور کے سلسلہ میں تحقیق پیش کی گئی ہے۔ ف

یہ کتاب دراصل ہماری کچھ ریڈیائی تقاریر کا مجموعہ ہے جو ریڈیو متحدہ عرب امارات ام القیوین کی اردو سروس سے نشر ہونے والے ہمارے روزانہ کے پروگرام ''دین و دنیا'' کے تحت نشر کی گئی تھیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہماری لختِ جگر آنسہ شکیلہ قمر کو کہ اس نے ہماری تقاریر کے اسکرپٹس کو اس کتابی شکل میں ڈھال کر قارئین کیلئے باعث استفادہ بنا دیا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہمارے اور اس کی طباعت و اشاعت میں کسی بھی رنگ میں حصہ لینے والے ہر شخص کیلئے اجر و ثوابِ دارین کا ذریعہ بنائے اور اسے شرفِ قبول سے نوازے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

۱۴۲۰/۱۱/۲۴ھ — ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین ترجمان سپریم کورٹ، الخبر

(یکم مارچ 2000) — وداعیہ متعاون' مراکز دعوت وارشاد

الدمام' الخبر' الظہران (سعودی عرب)

ف: یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ اسمیں تمام عربی عبارت پر حرکات (زیر، زبر وغیرہ) لگا دی ہیں، پروف ریڈنگ کر کے تقریباً سبھی غلطیاں نکال دی ہیں، اور نمازِ جمعہ کی رکعتوں کے باب کا اضافہ بھی کر دیا ہے، جو کہ پہلے ایڈیشن میں نہیں تھا۔ ابوعدنان محمد منیر قمر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نمازِ پنجگانہ کی فرض رکعتیں

یہ تو زبان زدِ خاص و عام ہے کہ شب و روز کے چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں ہر عاقل و بالغ مسلمان مرد و زن پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور ان پانچوں میں سے ہر ایک کی فرض رکعتیں بھی معروف ہیں۔ کہ فلاں نماز کی اتنی اور فلاں کی اتنی ہیں۔

یہ دونوں باتیں امت اسلامیہ میں متفق علیہ بھی ہیں اور مشہور بھی، صرف اتنا کہہ کر ہی مؤکّدہ و غیر مؤکّدہ سنتوں اور وِتروں کے مسائل شروع کر دیئے جائیں تو اسکی بجا طور پر گنجائش موجود ہے جیسا کہ نماز کے موضوع پر لکھی جانے والی عام کتب میں کیا جاتا ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ افادہ عام کیلئے ان دونوں باتوں کے دلائل بھی احادیثِ رسول ﷺ اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ذکر کر دیں۔

چنانچہ ایک شب و روز میں پانچ نمازیں فرض ہونے کے بارے میں صحیح بخاری و مسلم ترمذی، نسائی اور دیگر کتبِ حدیث میں واقعہ اسراء و معراج کے ضمن میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ (اور آپ ﷺ کی امت پر) پچاس نمازیں فرض کیں جو بالآخر پانچ رہ گئیں اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿اِنَّ لَکَ بِھٰذِہِ الْخَمْسِ خَمْسِیْنَ﴾ (۱) کہ آپ کو ان پانچ کے ادا کرنے پر ثواب پچاس کا ہی ہوگا۔

ایسے ہی صحیح مسلم، ترمذی اور نسائی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا۔

﴿کَمْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلٰی عِبَادِہٖ مِنَ الصَّلَوٰتِ؟﴾ اللہ نے اپنے بندوں پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟

(۱)۔ بخاری و مسلم، نسائی و ترمذی واللفظ لہٗ بخاری مع الفتح ۵۵۸/۱۔۵۵۹ ولفظہ: ھِیَ خَمْسٌ وَھِیَ خَمْسُوْنَ، جامع الأصول لابن الأثیر ۱۳۱/۲۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِفْتَرَضَ اللّٰهُ عَلٰی عِبَادِهٖ صَلَوَاتٍ خَمْسًا﴾ اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔

اس شخص نے پوچھا کہ ان کے آگے یا پیچھے (یعنی کوئی اور نماز) تو فرض نہیں؟

تو آپ ﷺ نے اپنے پہلے ارشاد کو ہی دہرایا کہ اللہ نے اپنے بندوں پر صرف پانچ ہی نمازیں فرض کی ہیں۔ تب اس شخص نے قسم اٹھاتے ہوئے عہد کیا کہ میں نہ تو ان میں اضافہ کروں گا اور نہ ہی کمی (اور جب اس پختہ عہد کا اظہار کر کے وہ دربارِ رسالت مآب ﷺ سے رخصت ہوا تو) آپ ﷺ نے فرمایا۔

﴿اِنْ صَدَقَ لَيَدْ خُلَنَّ الْجَنَّةَ﴾(۲) اگر اس نے اپنے عہد کو سچ کر دکھایا تو ضرور جنت میں داخل ہو جائے گا۔

ان دونوں حدیثوں میں ہی پانچ فرض نمازوں کا واضح ثبوت موجود ہے اور انہیں ہی ''نمازِ پنجگانہ'' کہا جاتا ہے۔ جن کے الگ الگ نام یعنی صبح یا فجر، ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء کا ذکر احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں معروف ہے۔

اب رہی نماز پنجگانہ کی فرض رکعتوں کی تعداد، تو اسکا ذکر بکثرت احادیث میں آیا ہے۔ مثلاً بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

﴿فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلَاةَ حِيْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَتَمَّهَا فِی الْحَضَرِ فَاُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ عَلَی الْفَرِيْضَةِ الْأُوْلٰىء﴾(۳) اللہ نے شروع میں جب نمازیں فرض کیں تو وہ دو رکعتیں تھیں پھر قیام کی حالت میں اسے مکمل (موجودہ تعداد میں) کر دیا البتہ سفر کی صورت میں وہی پہلا فریضہ (دو گانہ) برقرار رہا۔

---

(۲)۔ مسلم، ترمذی، نسائی واللفظ لہ جامع الاصول ۶/۱۳۰۔۱۳۱

(۳)۔ جامع الاصول ۶/۱۳۱، مسلم مع النووی ۳/۵/۱۹۴

اسکی مزید وضاحت صحیح مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں مروی ہے:

﴿فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلَاةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ فِي الْحَضْرِ اَرْبَعاً﴾(۴)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے قیام کی حالت میں چار رکعتیں نماز فرض کی ہے۔

یہ واضح بات ہے کہ اس سے مراد صرف نمازِ ظہر وعصر اور عشاء ہی ہوسکتی ہیں جبکہ فجر اور مغرب کی رکعتوں کی صراحت الگ موجود ہے جیسا کہ نسائی شریف میں حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ عیدالاضحیٰ عیدالفطر، نمازِ مسافر اور نماز جمعہ دو دو رکعتیں ہے جبکہ نسائی کی دوسری روایت میں ہے:

﴿صَلاۃُ الْفَجْرِ رَكْعَتَانِ﴾(۵)

نماز فجر کی بھی دو رکعتیں ہیں۔

نمازِ مغرب کی رکعتوں کی تعداد کے سلسلے میں مجمع الزوائد میں مسند احمد کی روایت نقل کی ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

﴿فَاِنَّهَا كَانَتْ ثَلاثاً﴾(۶)

مغرب کی نماز شروع سے ہی تین رکعتیں تھی۔

مسند طیالسی میں بھی انہوں نے (مغرب کی) تین رکعتوں کا ذکر ہی کیا ہے(۷)

اسی طرح دارقطنی میں (۸) امامتِ جبرائیل علیہ السلام والی حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

﴿فَصَلَّيْتُ الْمَغْرِبَ ثَلاَثَ رَكْعَاتٍ﴾

میں نے مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں۔

---

(۴)۔مسلم مع النووی۳/۵/۱۹۶، شرح السنہ ۱۶۵/۴، جامع الاصول ۱۳۱/۶

(۵)۔جامع الاصول ۱۳۲/۶۔

(۶)۔مجمع الزوائد ۱۵۷/۲ وقال: رجاله ثقات

(۷)۔انظر منحۃ المعبود ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ۶۵/۱ وحسنہ احمد البناء

(۸)۔دارقطنی مع التعلیق المغنی للعظیم آبادی ۲۵۹/۱۔۲۶۰ حدیث: ۱۰، ۱۴

مغرب کی تین فرض رکعتوں کا ذکر بھی بعض دیگر کتب کی احادیث میں بھی ہے، مثلاً مسند بزار، بیہقی، طبقات ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن ضبع وغیرہ ہیں۔ مگران روایت میں سے اکثریت ضعیف یا متکلّم فیہ ہے(۹) بخاری شریف (مع الفتح ۲/۲ ۵۷) میں نماز سفر کے ضمن میں مغرب کی تین رکعتیں مذکور ہیں اور اسی صفحہ پر مسند احمد کے حوالہ سے بھی تین رکعتوں کا ذکر موجود ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نمازِ فجر کے دوفرض، نمازِ ظہر کے چار، عصر کے چار، مغرب کے تین اور عشاء کے چار فرض ہیں۔ نمازِ پنجگانہ کی فرض رکعتوں کی تعداد اور ان میں سے سرّی وجہری قراءت والی نمازوں اور رکعتوں کی مکمل تفصیل کتبِ حدیث میں دیکھیں (۱۰)

نمازِ فجر کی سنتیں: فضائل ومسائل

بعض فرضوں سے پہلے، بعض فرضوں کے بعد اور بعض فرضوں سے پہلے اور بعد، ہر دو موقع پر کچھ سنتیں ایسی ہیں جنھیں نبی اکرم ﷺ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے انکی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ انہیں سننِ راتبہ یا سننِ مؤکّدہ کہا جاتا ہے۔ ہر نماز کے ساتھ والی ان مؤکّدہ سنتوں میں سے نمازِ فجر کے فرضوں سے پہلے دو رکعتیں ہیں جن کی بہت زیادہ تاکید اور فضیلت بیان ہوئی ہے چنانچہ صحیح مسلم، ترمذی، شرح السنہ بغوی اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿رَکْعَتَا الْفَجْرِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا﴾(۱۱) فجر کی یہ دو رکعتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔

ایسے ہی صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

---

(۹)۔ انظر کنز العمال ۸/ ۲۳۴۔۲۳۵ حدیث: ۲۲۶۹، ۲۲۶۷، ۲۲۷، بیہقی ۱/ ۳۶۲۔۳۶۱ زوائد مسند بزار حدیث: ۶۸۱

(۱۰)۔ بیہقی ۱/ ۳۶۱۔۳۶۲، دارقطنی مع التعلیق المغنی ۱/ ۲۶۰/ ۱۴ طبع دار المحاسن بالقاھرۃ۔

(۱۱)۔ مختصر صحیح مسلم للالبانی ص ۱۰۰، نیل الأوطار للشوکانی ۲/ ۳/ ۱۹، شرح السنہ بغوی ۳/ ۴۵۳

﴿لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى شَيءٍ مِّنَ النَّوَافِلِ اَشَدُّ تَعَاهُداً مِّنْهُ عَلٰى رَكْعَتَي الْفَجْرِ﴾(۱۲)

نبی ﷺ صبح کی سنتوں سے زیادہ کسی دوسری نفلی نماز کی پابندی نہیں فرماتے تھے۔

ان دونوں سنتوں کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی بخوبی ہو جاتا ہے کہ سفر کے دوران جہاں نبی ﷺ چار رکعتوں والی فرض نمازوں کی بھی صرف دو ہی رکعتیں (دوگانہ) پڑھا کرتے تھے لیکن ان دو سنتوں کو سفر میں بھی نہیں چھوڑا کرتے تھے (جیسا کہ وِتر ہیں) بلکہ ایک دفعہ جب آپ ﷺ تمام صحابہ سمیت ایک سفر کے دوران فجر سے سوئے رہ گئے۔ اور سورج چڑھ گیا تب آپ ﷺ نے نماز پڑھی تو اس وقت بھی یہ دو سنتیں ساتھ ہی پڑھیں جیسا کہ صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی، مسند احمد، ابن ابی شیبہ، بیہقی اور دار قطنی میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ (۱۳)

متعدد احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ ان دونوں رکعتوں کو بہت ہلکا سا پڑھتے تھے۔ جسکا اندازہ بخاری و مسلم، شرح السنہ اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے کیا جا سکتا ہے جس میں وہ فرماتی ہیں:

﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلوٰةِ الصُّبْحِ حَتّٰى اِنِّي لَاَقُوْلَ هَلْ قَرَأَ بِاُمِّ الْكِتَابِ﴾(۱۴)

نبی ﷺ نمازِ فجر سے پہلے دو رکعتیں اتنی ہلکی پڑھتے تھے کہ میں شک کرنے لگتی کہ آپ ﷺ نے سورہ فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہیں؟

قراءت: ان دونوں رکعتوں میں قرآن کریم کی کوئی بھی سورت پڑھی جا سکتی ہے لیکن اگر کوئی شخص زیادہ ثواب حاصل کرنا چاہے تو نبی ﷺ کے عمل کو اپنا لے اور آپ ﷺ جو سورتیں یا آیتیں ان دو رکعتوں میں پڑھا کرتے تھے انکا پڑھنا مستحب ہے جسکی تفصیل متعدد احادیث میں مذکور ہے جیسا کہ صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجا، و مسند احمد میں ہے کہ نبی ﷺ فجر کی سنتوں میں ﴿قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾(۱۵) پڑھا کرتے تھے۔

---

(۱۲)۔ النیل ۲/۳/۱۹، شرح السنہ ۳/۴۵۳، الفتح الربانی ۴/۲۲۲ ترتیب و شرح مسند احمد الشیبانی از احمد عبدالرحمٰن البنّا

(۱۳)۔ ارواء الغلیل علاّمہ البانی ۱/۲۹۳۔۲۹۴، نصب الرایۃ للزیلعی ۱/۱۷۵۔۲۸۱

(۱۴)۔ شرح السنہ ۳/۴۵۴، الفتح الربانی ۴/۲۲۴ (۱۵)۔ الفتح الربانی ۴/۲۲۵، مختصر مسلم ص ۱۰۰، ترمذی مع التحفہ ۲/۴۷۰ مدنی، للتفصیل: التحفہ للمبارک پوری والفتح الربانی و نیل الاوطار ۲/۳/۳۰

دائیں پہلو پر لیٹنا: فجر کی ان دو سنتوں کے بعد نبی ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جایا کرتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ﴾(۱۶)

نبی ﷺ فجر کی دو سنتیں پڑھنے کے بعد اپنے دائیں پہلو پر (تھوڑا سا) لیٹ جایا کرتے تھے۔

ترمذی و ابوداؤد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ﴾

جب تم میں سے کوئی شخص فجر کی سنتیں پڑھ چکے تو اسے چاہیئے کہ اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جائے۔

اس لیٹنے کے بارے میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں جن کی تفصیلات عون المعبود شرح ابوداؤد (۴/۴۰۔۱۳۸)، تحفہ الاحوذی شرح ترمذی (۲/۸۔۴۲۶)، سبل السلام شرح بلوغ المرام (۲/۳۸۶) زاد المعاد لابن قیم (۳۱۸۔۳۲۱ محقق) اور مغنی ابن قدامہ (۲/۱۲۷) میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

اس مسئلہ میں برصغیر پاک و ہند کے معروف حنفی فاضل علّامہ انور شاہ کاشمیریؒ العرف الشذی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں۔ ہمارے (یعنی احناف کے) نزدیک صبح کی سنتوں کے بعد لیٹنا جائز ہے۔ نبی ﷺ کا لیٹنا بطریقِ عبادت نہیں بلکہ بطریقِ عادت تھا اور میں جس چیز کا قائل ہوں وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نبی ﷺ کی عادت کی بھی پیروی کرتا ہے تو وہ ثواب سے بہر حال محروم نہیں رہ سکتا (۱۸)

علّامہ انور شاہ کے ان الفاظ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ لیٹنا بہر حال کارِ ثواب ہے کیونکہ یہ عادتِ مصطفیٰ ﷺ تھی۔ اور اگر کوئی شخص نہیں لیٹتا جیسا کہ آجکل عموماً ہو رہا ہے تو وہ اس ثواب سے تو محروم رہے گا۔ مگر (نہ لیٹنا) کوئی گناہ نہیں۔ کیونکہ احادیث کی رو سے یہ فعل مستحب یا مسنون ہے نہ کہ

(۱۶)۔ الفتح الربانی ۲۲۸/۴، نیل الاوطار ۲/۳/۲۱

(۱۷)۔ ترمذی مع التحفہ ۲/۴۲۶، ابوداؤد مع العون للعظیم آبادی ۴/۱۳۸ طبع بیروت تحقیق عبدالرحمٰن محمد عثمان شرح السنہ ۳/۶۱۔۴۶۰

(۱۸)۔ بحوالہ فقہ السنہ محمد عاصم اردو ۱/۲۴۹

واجب البتہ علّامہ ابن حزم نے محلّٰی میں اسے واجب کہا ہے اور نیل الاوطار میں امام شوکانی کا میلان بھی اسی طرف ہے(۱۹)

مگر صحیح بخاری ومسلم کی حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا:

﴿كَانَ النَّبِيُّ اِذَا صَلَّى رَكْعَتِي الْفَجْرِ فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً فَحَدَّثَنِيْ وَاِلَّا اضْطَجَعَ﴾

نبی ﷺ جب فجر کی سنتیں پڑھ لیتے تو اگر میں جاگ رہی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے۔

قرینہ صارفہ عن الوجوب ہے(۲۰)

وقت ادائیگی: نمازِ فجر کی دونوں سنتوں کی بہت زیادہ فضیلت واہمیت ہے اور انکی ادائیگی کا وقت نمازِ فجر کی اقامت ہوجانے تک ہے جب اقامت ہوجائے اور جماعت ہونے لگے تو اس وقت پھر جماعت سے مل جانا چاہئیے اور سنتیں بعد میں پڑھ لینی چاہییں کیونکہ اقامت ہوجانے پر اس فرض نماز کے سوا دوسری کوئی نماز نہیں ہوتی چاہے وہ فجر کی سنتیں ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دیگر کئی کتبِ حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَاصَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ﴾ (۲۱)

جب نماز کی تکبیر ہوجائے تو سوا اس فرض نماز کے دوسری کوئی نماز نہیں ہوتی۔

مسند احمد کی روایت میں:

﴿اِلَّا (الْمَكْتُوْبَةِ)الَّتِي اُقِيْمَتْ لَهَا﴾ (۲۲)

سوائے اس فرض نماز کے کہ جسکی جماعت ہو رہی ہے۔

کے الفاظ بھی ہیں۔

بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ کسی نے نبی ﷺ سے سوال کیا۔

کیا اقامت ہوجانے کے بعد فجر کی دوسنتیں بھی نہیں پڑھ سکتے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱۹)۔راجع النیل والمحلّٰی لابن حزم

(۲۰)۔انظر فتح الباری حافظ ابن حجر عسقلانی والتحفہ للمبارکپوری

(۲۱)۔مختصر مسلم ص ۴۷، ابوداؤد مع العون ۱۴۳/۴، ترمذی مع التحفہ ۴۸۱/۲ نیل الاوطار ۸۶/۳/۲

(۲۲)۔النیل ۸۴/۳/۲

﴿وَلا رَكْعَتِیَ الْفَجْرِ﴾(۲۳) نہیں فجر کی سنتیں بھی نہیں پڑھ سکتے۔

بیہقی کی اس حدیث کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں نقل کر کے اسے حسن قرار دیا ہے۔(۲۴)

ایسے ہی امام زرقانی نے شرح مؤطا میں اور علامہ عبدالحی لکھنوی نے التعلیق الممجد علی مؤطا امام محمد میں بھی اسکے حسن ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

اسی طرح صحیح بخاری و مسلم اور نسائی و ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نمازِ فجر کی اقامت کے بعد نماز پڑھ رہا ہے تو آپ ﷺ نے اس سے کچھ گفتگو کی جو دوسرے نہ سن سکے۔ نماز سے فارغ ہو کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا، تو اس شخص نے بتایا کہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا:

﴿یُوْشِکُ اَنْ یُّصَلِّیَ اَحَدُ کُمُ اَرْبَعاً﴾(۲۵) قریب ہے کہ تم میں سے کوئی شخص فجر کی چار رکعتیں پڑھنے لگے گا۔

امام نووی نے شرح مسلم میں وضاحت کی ہے کہ یہ استفہامِ انکاری ہے یعنی اقامت ہو جانے کے بعد سنتیں پڑھنے والے کے فعل کو غیر درست قرار دیا۔(۲۶)

ایسے ہی صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حدیث ہے کہ ایک شخص فجر کے وقت مسجد میں داخل ہوا جبکہ نبی ﷺ فرض نماز پڑھا رہے تھے اس شخص نے مسجد کے کسی کونے میں دو سنتیں پڑھیں پھر نبی ﷺ کے ساتھ جماعت میں شریک ہوا۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا:

﴿یَافُلاَنُ بِاَیِّ الصَّلاَتَیْنِ اِعْتَدَدْتَ اَبِصَلاَتِکَ وَحْدَکَ اَوْ بِصَلاَ تِکَ مَعَنَا﴾(۲۷) اے فلاں تو نے فرض نماز کس کو گنا؟ وہ نماز جو تم نے اکیلے پڑھی یا وہ جو ہمارے ساتھ پڑھی؟

---

(۲۳)۔نیل الاوطار ۲/ ۳/ ۸۴

(۲۴)۔النیل ۲/ ۳/ ۸۴

(۲۵)۔بخاری مع الفتح ۲/ ۵/ ۲۲۲، نسائی باب مایکرہ من الصلاۃ عند الإقامۃ ابن ماجہ ۱/ ۱۴۹

(۲۶)۔نووی ۳/ ۵/ ۲۲۳

(۲۷)۔مسلم مع النووی ۳/ ۵/ ۲۲۴، ابوداؤد مع العون ۴/ ۱۴۲، نسائی باب فیمن یصلی رکعتی الفجر و الإمام في الصلوٰۃ، ابن ماجہ ۱/ ۳۶۴

امام نووی فرماتے ہیں کہ اگرچہ سنتیں پڑھنے کے بعد جماعت مل جانے کی توقع ہوتب بھی اس ارشادِ نبوی ﷺ کی روسے اقامت ہوجانے کے بعد سنتیں پڑھنے کا آغاز کرنا ٹھیک نہیں۔(۲۸)

ایک حدیث مسند احمد، مستدرک حاکم، بیہقی، صحیح ابن خزیمہ وابن حبان وغیرہ میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور مؤذن نے تکبیر کہنا شروع کیا تو نبی ﷺ نے مجھے کھینچتے ہوئے فرمایا:

﴿أَ تُصَلِّيْ لِصُّبْحِ أَرْبَعاً﴾ (۲۹) کیا تم صبح کی چار رکعتیں پڑھتے ہو؟

اس میں بھی واضح انکار موجود ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں اقامت ہو جانے کے بعد سنتیں پڑھنے والے شخص کو فرمایا تھا:

﴿أَلصُّبْحُ اَرْبَعاًأَا لِصُّبْحُ اَرْبَعاً﴾ (۳۰) کیا صبح کی چار، کیا صبح کی چار رکعتیں ہوگئی ہیں؟

جبکہ صحیح مسلم کے الفاظ ہیں:

﴿اَتُصَلِّي الصُّبْحَ اَرْبَعاً﴾ (۳۱) کیا تم صبح کی نماز چار رکعتیں پڑھتے ہو۔

صحیح ابن خزیمہ، مؤطا امام مالک اور مسند بزار میں ہے کہ جب نماز کی تکبیر کہی گئی تو نبی ﷺ نکلے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ (تکبیر ہوجانے کے باوجود) کچھ لوگ سنتیں پڑھ رہے ہیں تو فرمایا:

﴿صَلاَتَانِ مَعاً؟ کیا دو نمازیں ایک ساتھ پڑھتے ہو؟

وَنَهٰى اَنْ تُصَلَّيَا اِذَااُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ﴾ (۳۲) اور آپ ﷺ نے اقامت ہوجانے کے بعد ان سنتوں کو پڑھنے سے منع فرمادیا۔

صحیح بخاری و مسلم سمیت کتبِ حدیث میں اس موضوع کی بکثرت احادیث اور آثار صحابہ

---

(۲۸)۔شرح مسلم نووی ۲۲۵/۵/۳

(۲۹)۔فتح الباری ۱۵۰/۲، تحفۃ الاحوذی ۴۸۲/۲، النیل ۸۶/۳/۲

(۳۰)۔نیل الاوطار ۸۶/۳/۲، مختصر صحیح بخاری للالبانی ۱۲۹/۱

(۳۱)۔صحیح مسلم ۲۲۳/۵/۳

(۳۲)۔ابن خزیمہ بتحقیق الدکتور مصطفٰی الاعظمی ۱۷۰/۲، مؤطا مع تنویر الحوالک للسیوطی ۱۴۸/۱، فتح الباری ۱۴۹/۲، ترمذی مع التحفہ ۴۸۲/۲

رضی اللہ عنہم وتابعینؒ (۳۳) سے پتہ چلتا ہے کہ جب کسی نماز کی تکبیر ہو جائے تو پھر پہلی سنتیں پڑھنے میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے اور نمازِ فجر کی پہلی دو سنتوں کے بارے میں تو یہ حکم بطورِ خاص ذکر ہوا ہے جیسا کہ مؤطا امام مالک میں صراحت موجود ہے کہ مذکورہ ارشاد ہی فجر کی سنتوں کے بارے میں ہے۔

لہٰذا نمازِ فجر کی اقامت تک جس شخص نے سنتوں کا کافی حصہ پڑھ لیا ہو اور تشہّد وغیرہ باقی ہو تو وہ پوری کر کے جماعت سے مل جائے کیونکہ یہ آخری حصہء نماز سجود وتشہّد وغیرہ مُتمِّمات و مکمِّلاتِ نماز سے ہیں، نماز نہیں لہٰذا وہ ﴿فلاصَلوٰۃ﴾ کی نفی میں داخل نہیں۔ (۳۴)

اگر کسی نے ابھی شروع ہی کی ہوں اور تکبیر ہو جائے تو نبی اکرم ﷺ کے ان ارشادات کی رو سے اسے چاہیئے کہ سنتوں کی نیت توڑ کر فرضوں کی جماعت میں شامل ہو جائے اور سنتیں بعد میں پڑھ لے۔

بیہقی کی ایک روایت میں ﴿فَلاَ صَلوٰۃَ اِلاَّ لِمَکْتُوْبَۃَ﴾ کے بعد ﴿اِلَّا رَکْعَتی الْفَجْرِ﴾ کا اضافہ بھی ہے جسکے بارے میں خود امام بیہقی نے کہا ہے:

﴿هٰذِهِ الزِّیَادَۃُ لَااَصْلَ لَھَا﴾ (۳۵) — اس زیادتی (اضافی الفاظ) کی کوئی اصل نہیں ہے یعنی لا اصل ہے۔

جماعت کھڑی ہونے کے بعد اگر کوئی شخص سنتیں پڑھتا تو حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ اسکو مارتے (سزا دیتے تھے) اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اسے کہتے (۳۶):

اَتُصَلِّیْ الصُّبْحَ اَرْبَعاً (۳۷) — کیا تم فجر کی چار رکعتیں پڑھتے ہو؟

امام ثوری، ابن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق کا قول ممانعت والا ہی ہے۔ (۳۸)

---

(۳۳)۔ ان آثار کی تفصیل کیلئے دیکھیئے مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹، طبع الدار السّلفیہ بمبئی، مصنف عبدالرزاق ۲/ ۴۳۶۔ ۴۴۴

(۳۴)۔ مجلّہ جامعہ ابراہیمیہ، سلسلہ ۱۴ دسمبر ۱۹۸۷ء فتویٰ مولانا محمد علی جانباز

(۳۵)۔ نیل الاوطار ۲/ ۳/ ۹۶

(۳۶)۔ فتح الباری ۲/ ۱۵۰، مصنف عبدالرزاق ۲/ ۴۳۶، محلی ۳/ ۱۱۰، بیہقی ۲/ ۴۸۳

(۳۷)۔ المصنف أیضاً ومجمع الزوائد للہیثمی ۲/ ۴۸۳، أعلام الموقعین علّامہ ابن القیم ۲/ ۳۵۶ میں بھی یہ منقول ہے۔

(۳۸)۔ تحفۃ الأحوذی

سنتیں اورنوافل گھر میں: نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نفل اور سنتیں عموماً اپنے گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے اور فرضوں کی جماعت کرانے کیلئے مسجد تشریف لاتے اور یہی افضل ہے۔ کیونکہ بخاری و مسلم اور سنن (ابن ماجہ) میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿اَفْضَلُ صَلٰوۃ الْمَرْءِ فِی بَیْتِہٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَة﴾(۳۹) آدمی کی افضل ترین نماز وہ ہے جسے وہ گھر میں ادا کرے سوائے فرضوں کے۔

فرض نمازوں کے سوا تمام سنن ونوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ اور صحیح مسلم شریف میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿عَلَیْكُمْ بِالصَّلٰوۃِ فِی بُیُوْتِكُمْ فَاِنَّ خَیْرَ صَلٰوۃِ الْمَرْءِ فِی بَیْتِہٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَة﴾(۴۰) گھروں میں (نفلی) نمازیں ضرور پڑھا کرو۔ فرضوں کے سوا آدمی کی افضل و بہتر نمازیں وہ ہیں جنھیں وہ اپنے گھر میں ادا کرتا ہے۔

مسلم شریف میں ہی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿اِذَا قَضٰی اَحَدُكُمُ الصَّلٰوۃَ فِی مَسْجِدِہٖ فَلْیَجْعَلْ لِبَیْتِہٖ نصیباً مِّنْ صَلَاتِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ جَاعِلٌ فِی بَیْتِہٖ مِنْ صَلَاتِہٖ خَیْرًا﴾(۴۱) جب تم میں سے کوئی شخص فرض نماز اپنی مسجد میں پڑھ چکے تو اسے چاہیئے کہ نماز سے اپنے گھر کا حصہ بھی رکھے، بیشک اللہ تعالیٰ اسکے گھر میں نفلی نماز پڑھنے سے خیر و برکت کرے گا۔

ایک حدیث میں تو یہاں تک آتا ہے:

﴿صَلٰوۃُ الْمَرْءِ فِی بَیْتِہ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِہٖ فِی مَسْجِدِیْ ھٰذَا اِلَّا الْمَكْتُوْبَة﴾ (۴۲) فرض نمازوں کو چھوڑ کر نفلی نمازیں گھر میں پڑھنا میری اس مسجد میں پڑھنے سے بھی افضل ہے۔

(۳۹)۔ التحفہ ۲/۵۳۰۔۵۳۱
(۴۰)۔ مختصر صحیح مسلم ص ۱۰۳
(۴۱)۔ مختصر صحیح مسلم ص ۱۰۳
(۴۲)۔ ابوداؤد' نیل الأوطار ۲/۳/۷۷' نصب الرایۃ ۲/۱۵٦ وصحّحہ العراقی فی تخریج الاحیاء ۱/۲۳۷

فرضوں کا استثناء بھی صرف مردوں کیلئے ہے عورتوں کی ہر نماز گھر میں ہی افضل ہے۔(۴۳)

سنن ونوافل گھروں میں پڑھنے کی اس فضیلت کے ساتھ ہی نبی اکرم ﷺ نے گھر میں نفلی نماز نہ پڑھنے پر وعید بھی فرمائی ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم اور ترمذی میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

﴿صَلُّوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْراً﴾ (۴۴) اپنے گھروں میں بھی سنن ونوافل پڑھو اور انہیں قبریں نہ بنادو۔

علاّمہ مبارکپوری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اسکا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص گھر میں کوئی نفل یا سنتیں نہیں پڑھتا تو اس نے اپنے آپ کو گویا میت اور گھر کو قبر بنا لیا ہے۔(۴۵)

ان ارشاداتِ نبوی ﷺ پر عمل کیا جائے تب تو اقامت ہو چکنے پر فجر کی سنتیں جماعت کے بعد پڑھنے کی نوبت ہی نہیں آتی اور اگر کوئی شخص گھر سے سنتیں پڑھے بغیر مسجد میں آئے اور مسجد میں پہنچنے پر اقامت ہو جائے تو پھر اسے سنتیں پڑھنے میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے اور کتب حدیث میں ایک بھی صحیح ارشادِ نبوی ﷺ ایسا نہیں ملتا جس میں اس بات کی اجازت دی گئی ہو کہ جماعت کے ہوتے ہوئے سنتیں پڑھی جاسکتی ہیں بلکہ بقول علاّمہ ابن حزم جماعت کے ہوتے ہوئے سنتوں کے جواز کی دلیل نہ تو قرآن میں ہے نہ کسی صحیح حدیث میں حتیٰ کہ نہ ضعیف میں اور نہ ہی قیاس واجماع میں (۴۶)۔

فجر کی سنتوں کی قضاء کب؟

اب رہی یہ بات کہ اقامت ہو جانے تک جس نے سنتیں نہ پڑھی ہوں تو پھر وہ کب پڑھے؟

اس کا جواب دو قسم کی احادیث میں ملتا ہے۔ایک وہ جن میں طلوعِ آفتاب کے بعد سنتیں پڑھنے کا ذکر ہے جیسا کہ ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے:

(۴۳)۔نیل الأوطار ۲/۳/۱۳۰-۱۳۲، إرواء الغلیل ۲/ ۲۹۳، الأحادیث الصحیحۃ للالبانی ۳/ ۳۸۶، حجاب المراۃ المسلمۃ ابن تیمیہ ص ۵۷ حاشیہ الالبانی

(۴۴)۔الترمذی والتحفۃ ۵۳۱-۵۳۲

(۴۵)۔التحفۃ ایضاً ص ۵۳۱

(۴۶)۔المحلّٰی ۳/ ۱۰۵

﴿مَنْ لَّمْ يُصَلِّ رَكْعَتَى الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهَا بَعْدَ مَا تَطْلَعُ الشَّمْسُ﴾ (۴۷)۔

جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو وہ طلوعِ آفتاب کے بعد پڑھ لے۔

دارقطنی وحاکم کے الفاظ ہیں۔

﴿مَنْ لَّمْ يُصَلِّ رَكْعَتَى الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلَعَ الشَّمْسُ فَلْيُصَلِّهِمَا﴾(۴۸)۔

جو شخص طلوع آفتاب تک فجر کی سنتیں نہ پڑھ چکا ہو تو وہ (اب سورج نکلنے) پر پڑھ لے۔

ترمذی شریف والی اس روایت کو شارح ترمذی علّامہ عبدالرحمٰن نے غیر محفوظ قرار دیا ہے۔(۴۹)

ایسے ہی ابن ابی شیبہ میں آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ضمن میں اور مؤطا امام مالک میں بلاغاتِ امام صاحب میں سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی فجر کی سنتیں فوت ہوگئیں تو انہوں نے وہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھیں۔(۵۰)

جواب: یہ اثر تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل پر موقوف ہے البتہ پہلی روایت مرفوع ہے مگر اس کا متن غیر محفوظ ہے۔اسکے علاوہ امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ یہ روایت اس بات پر بھی صریح دلالت نہیں کرتی کہ جو شخص انہیں فرضوں سے پہلے نہ پڑھ سکا ہو، وہ طلوعِ آفتاب سے پہلے انہیں نہ پڑھے بلکہ اس حدیث میں صرف اتنا کہا گیا ہے کہ جس نے مطلقاً سنتیں نہ پڑھی ہوں تو وہ سورج نکلنے کے بعد انہیں پڑھ لے اور اسمیں شک نہیں کہ اگر وہ وقتِ ادا میں چھوٹ گئی ہوں تو وقتِ قضاء میں پڑھی جائیں گی۔اور حدیثِ مذکور میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ ان کا فرضوں کے بعد پڑھنا منع ہے، جیسا کہ دارقطنی وبیہقی اور حاکم کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے:

(۴۷)۔ترمذی مع التحفہ ۲/ ۴۹۳، جامع الأصول لابن الاثیر ۷/ ۱۷

(۴۸)۔التحفہ أیضاً

(۴۹)۔التحفہ ۲/ ۴۹۳

(۵۰)۔مؤطا مع التنویر للسیوطی ۱/ ۱۴۸، التحفہ ۲/ ۴۹۴، جامع الأصول ۷/ ۱۷

﴿مَنْ لَّمْ يُصَلِّ رَكْعَتَي الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلَعَ الشَّمْسُ فَلْيُصَلِّهِمَا﴾(۵۱) جس نے سورج طلوع ہونے تک فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں، وہ طلوعِ آفتاب کے بعد پڑھ لے۔

فرضوں کے بعد پڑھنے کے دلائل: علاوہ ازیں طلوعِ آفتاب سے پہلے ہی، فرضوں کے بعد سنتیں ادا کر لینے کی اجازت کا پتہ اور عدمِ کراہت کی دلیل خود حدیثِ شریف میں موجود ہے۔

چنانچہ حدیثِ شریف میں یہ تو ہے کہ فجر کی نماز سے لیکر طلوعِ آفتاب تک کوئی نماز نہیں۔ لیکن بعض دیگر احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حکم عام نفلی نماز کا ہے۔

(۱)۔ فجر کی فرضوں سے پہلی سنتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، وہ فرضوں کے بعد اور طلوعِ آفتاب سے پہلے بھی پڑھی جا سکتی ہیں۔ جیسا کہ ابوداؤد و ترمذی ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، دار قطنی، بیہقی، مستدرک حاکم، مصنف عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور مسند احمد سمیت حدیث کی دس معتبر کتابوں میں حضرت قیس بن عمر و رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ (اپنے گھر سے) نکلے تو نماز (فجر) کی اقامت کہی گئی، میں نے آپ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ جب آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر (صحابہ کی طرف) رخِ انور کیا تو مجھے پھر نماز پڑھتے ہوئے پایا تو ارشاد ہوا:

﴿مَهْلاً يَا قَيْسُ أَصَلاَتَانِ مَعاً؟﴾ اے قیس! ٹھہرو، کیا ایک ہی وقت میں دو نمازیں پڑھو گے؟

تو میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ میں فجر کی پہلی دو سنتیں نہیں پڑھ سکا تھا، تب آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿فَلاَ اِذَنْ﴾(۵۲) تو پھر کوئی حرج نہیں۔

(۲)۔ محلّٰی ابن حزم میں حضرت عطاء کسی انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نمازِ فجر کے بعد نماز پڑھ رہا ہے (نبی ﷺ کے استفسار پر) اس نے بتایا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں اب وہی پڑھی ہیں۔

---

(۵۱)۔ نیل الأوطار ۲/ ۳/ ۲۵

(۵۲)۔ ابوداؤد مع العون ۴/ ۱۴۴، ترمذی مع التحفہ ۲/ ۴۸۷۔۴۸۸، ابن ماجہ ۱/ ۳۶۵، ابن خزیمہ ۲/ ۱۶۴، ابن ابی شیبہ ۲/ ۲۵۴

﴿فَلَمْ يَقُلْ لَه‘ شَيْئاً﴾(۵۳) تو نبی ﷺ نے انہیں کچھ نہیں کہا۔

(۳)۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس صحابی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿صَلوٰةُ الصُّبحِ رَکْعَتَانِ﴾ فجر کے تو صرف دو ہی فرض ہیں۔

تو اس نے جواب دیا کہ میں نے پہلی دو سنتیں نہیں پڑھی تھیں وہ اب ادا کی ہیں۔

﴿فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ﴾ (۵۴) تو نبی ﷺ خاموش ہو گئے۔

التمھید لابن عبدالبر میں سھل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

﴿وَکَانَ اِذَا رَضِیَ شَیْئاً سَکَتَ﴾ آپ ﷺ جب کسی کام پر رضامند ہوتے تو خاموشی اختیار فرماتے تھے۔

(۴)۔ صحیح ابن حبان و ابن خزیمہ میں ثقہ راویوں کی سند سے مروی ہے۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی اور میں سنتیں نہیں پڑھ سکا تھا جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو انہوں نے کھڑے ہو کر دو سنتیں پڑھیں:

﴿وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَنْظُرُ اِلَیْهِ فَلَمْ یُنْکِرْ عَلَیْهِ﴾(۵۵) جبکہ رسول اللہ ﷺ انہیں دیکھ رہے تھے مگر آپ ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی (منع نہیں کیا)۔

(۵)۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں فرضوں کے بعد اٹھ کر سنتیں پڑھنے والے صحابی کا بیان ہے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں آیا تو آپ ﷺ نماز شروع کر چکے تھے اور میں نے ابھی سنتیں نہیں پڑھی تھیں اور آپ ﷺ کے نماز پڑھانے کے دوران جماعت کے پاس کھڑے ہو کر سنتیں پڑھنا میں نے مکروہ و ناپسندیدہ سمجھا، اور جب نماز ختم ہوئی تو میں نے وہ سنتیں ادا کیں۔ یہ سن کر نبی ﷺ ہنسے:

﴿وَلَمْ یَاْمُرْهُ وَلَمْ یَنْهَهُ﴾ (۵۶) آپ ﷺ نے نہ تو اسے حکم دیا اور نہ ہی منع فرمایا۔

---

(۵۳)۔ محلی ۲/۱۵۴ بتحقیق ڈاکٹر عبدالغفار سلیمان البنداری مسئلہ ۳۰۸ طبع ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء دارالکتب العلمیہ بیروت وحسّنہ العراقی کما فی النیل ۲/۳/۲۵

(۵۴)۔ ابوداؤد ۲/۴/۱۴۴

(۵۵)۔ ابن خزیمہ ۲/۱۶۴، تحفۃ الأحوذی ۲/۴۹۰

(۵۶)۔ ابن ابی شیبہ ۲/۲۵۴

(٦)۔ اسی طرح مجمع الزوائد میں طبرانی کبیر کے حوالہ سے ایک متکلّم فیہ روایت ہے جسے علاّمہ شمس الحق عظیم آبادی شارح ابوداؤد اپنی کتاب ''اعلام اھل العصر باحکام رکعتی الفجر'' میں ابن الاثیر کے حوالہ سے لائے ہیں اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مسجد میں داخل ہوا تو نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو میری طرف متوجہ ہوئے جبکہ میں فجر کی پہلی سنتیں پڑھ رہا تھا، آپ ﷺ میری طرف دیکھنے لگے، جب میں سنتوں سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

﴿اَلَمْ تُصَلِّ مَعَنَا؟﴾ کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ فجر کی دو سنتیں پڑھی ہیں کیونکہ میں گھر سے پڑھ کر نہیں آیا تھا راویٔ واقعہ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿فَلَمْ يَعِبْ ذَالِکَ عَلَيَّ﴾(۵۷) تو آپ ﷺ نے اس فعل کی وجہ سے مجھ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

ان سب احادیث (۵۸) میں اس بات کی واضح صراحت موجود ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے کئی مرتبہ فرضوں کے بعد اٹھ کر فجر کی پہلی سنتیں پڑھی گئیں مگر آپ ﷺ نے کسی پر بھی اعتراض نہیں بلکہ بعض کا ﴿ فَلَا اِذَنْ﴾ کہہ کر جواب دیا کہ تب پھر کوئی حرج نہیں اور بعض کی وضاحت پر کہ یہ سنتیں تھیں آپ خاموش ہوگئے جو آپ ﷺ کی رضامندی کا ثبوت ہے۔ **التمھید لا بن عبدالبر** میں سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

﴿وَ کَانَ اِذَارَضِیَ شَيْئاً سَکَتَ﴾ آپ ﷺ جب کسی کام پر رضامند ہوتے تو خاموشی اختیار فرماتے تھے۔

ورنہ ناجائز کام ہوتا دیکھ کر خاموشی اختیار کر لینا تو شانِ نبوت اور مقامِ رسالت کے منافی ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ ضرور روک دیتے۔ مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔

---

(۵۷)۔ اعلام اھل العصر ص ۲۳۱ علاّمہ شمس الحق عظیم آبادی

(۵۸)۔ حضرت عطاء طاؤس اور ابن جریج رحمھم اللہ کے ارشادات جن سے جواز کا پتہ چلتا ہے انکی تفصیل مصنف عبدالرزاق جلد دوم ص ۴۴۲ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

نمازِ ظہر کی سنتیں

نمازِ ظہر کی سننِ راتبہ یا مؤکّدہ سنتیں: نمازِ ظہر کی سننِ راتبہ یا مؤکّدہ سنتوں کی تعداد کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دو طرح کی احادیث ثابت ہیں۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی کل تعداد صرف چار ہے، دو فرضوں سے پہلے اور دو بعد میں۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم اور ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

﴿صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا.﴾ (۵۹)

میں نے نبی ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو اور ظہر کے بعد دو سنتیں پڑھیں۔

بعض دیگر احادیث سے ان کی تعداد چھ معلوم ہوتی ہے چار پہلے اور دو بعد میں جیسا کہ مسلم، ابوداؤد، ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی مروی حدیث میں ہے۔ چار ظہر سے پہلے اور دو بعد میں (۶۰)

اسی طرح ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسلم شریف میں مروی ہے:

﴿كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعاً ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ﴾ (۶۱)

نبی ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار سنتیں پڑھا کرتے تھے پھر آپ ﷺ نکلتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے، پھر آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے۔

ظہر سے پہلے کی چار اور دو سنتوں والی تمام احادیث ہی صحیح اور قوی ہیں اور ان کے مابین کوئی تعارض بھی نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ ان روایات کو اس چیز پر محمول کیا جائے

(۵۹)۔ جامع الاصول ۷/۱۷، نیل الاوطار ۶/۳/۱۴

(۶۰)۔ نیل الاوطار ۲/۳/۱۶ مختصر مسلم ص ۱۰۲

(۶۱) مشکاۃ ۱/۳۲۲ بتحقیق الالبانی

کہ نبی ﷺ ظہر سے پہلے کبھی چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور کبھی دو۔ان دوطرح کی احادیث کو اس چیز پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ نبی ﷺ مسجد میں دو رکعتیں پڑھ لیتے اور گھر میں پڑھتے تو چار پڑھتے تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا و ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جیسے دیکھا ویسا بیان کر دیا۔جبکہ ابو جعفر طبری فرماتے ہیں کہ ظہر سے پہلے اکثر اوقات آپ ﷺ چار سنتیں پڑھتے تھے اور قلیل اوقات میں (کبھی کبھی) دو پر ہی اکتفا کر لیتے تھے۔(۶۲)

ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، مستدرک حاکم اور شرح السنہ بغوی میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿مَنْ حَافَظَ عَلٰی اَرْبَعِ رَکُعَاتٍ قَبْلَ الظُّھْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَھَا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ﴾(۶۳)

جو شخص چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور چار بعد میں ہمیشہ پڑھے گا، اللہ اسے آگ پر حرام کر دے گا۔

اس حدیث میں سے ظہر کے بعد بھی چار رکعتوں کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

الغرض وقت اور گنجائش جیسی ہو ویسے ہی کیا جاسکتا ہے دونوں طرف صحیح احادیث موجود ہیں۔

ظہر کی پہلی چار سنتوں کو ایک سلام سے پڑھنے کے بارے میں ابوداؤد، ابن ماجہ اور شمائل ترمذی میں ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ ان چار سنتوں کے مابین سلام نہیں پھیرتے تھے، یعنی چاروں رکعتوں کو ایک ہی سلام سے پڑھتے تھے۔اس حدیث کو خود امام ابو داؤد نے ہی ضعیف قرار دیا ہے۔(۶۴)

یہی حدیث مؤطا امام محمد میں بھی ایک دوسری سند سے مروی ہے مگر وہ بھی ضعیف ہے۔کبار محدّثین میں سے امام ابوداؤد و ابن خزیمہ، امام نسائی، ابن معین، امام احمد اور ابو زرعہ نے اسکی سند کو ضعیف قرار دیا ہے اور ان سنتوں کو دو سلاموں سے دو دو رکعتیں کر کے پڑھنے کے بارے میں سننِ اربعہ، صحیح ابن خزیمہ و ابن حبان اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے:

---

(۶۲)۔نیل الاوطار ۲/۳/۱۵، تحفۃ الاحوذی ۲/۴۹۶

(۶۳)۔جامع الاصول ۷/۱۸، النیل ۲/۳/۱۶، شرح السنہ ۳/۴۶۴ وقال محققوہ: ھو حدیث صحیح بمجموع طرقہ وصحّحہ الالبانی فی المشکاۃ ۱/۳۶۸

(۶۴)۔ شرح السنہ ۳/۴۶۵-۴۶۶

﴿صَلٰوۃُ اللَّیۡلِ وَالنَّھَارِ مَثۡنیٰ مَثۡنیٰ﴾ (٦٥)

رات اور دن کی (نفلی) نماز دو دو رکعتیں کر کے ہے۔

یہ حدیث تو بخاری مسلم میں بھی ہے مگر وہاں دن کا ذکر نہیں بلکہ صرف رات کی نماز کا ہے۔البتہ بخاری (۲/۴۰) میں یحییٰ بن سعید انصاری تابعیؒ سے تعلیقاً روایت ہے:

﴿مَاادۡرَکۡتَ فُقَھَاءَ اَرۡضِنَا (الۡمَدِیۡنَه) اِلَّا یُسَلِّمُوۡنَ فِیۡ کُلِّ سُنَّتَیۡنِ مِنَ النَّھَارِ﴾ (٦٦)

میں نے اپنے علاقے (مدینہ منورہ) کے فقہاء کو دیکھا ہے کہ وہ سب دن میں ہر دو رکعتوں (سنن ونوافل) کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں سنن کی اس روایت میں دن کے اضافے پر کلام کیا اور امام نسائی وابن معین نے بھی کلام کیا ہے۔چونکہ دونوں طرح کی احادیث متکلّم فیہ ہیں۔لہٰذا علاّمہ عبدالرحمٰن نے تحفۃ الاحوذی ۴۹۸/۲ میں لکھا ہے کہ کوئی ایک سلام سے چاروں رکعتوں کو اکھٹی پڑھ لے یا دوسلاموں سے دو دو کر کے پڑھ لے دونوں طرح ہی جائز ہے۔ظہر کی پہلی سنتیں بھی اگر فرضوں سے پہلے نہ پڑھی جاسکیں تو انہیں فرضوں کے بعد پڑھ لیں، کیونکہ ترمذی وابن ماجہ میں جیّد سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَالَمۡ یُصَلِّ اَرۡبَعاً قَبۡلَ الظُّھۡرِ صَلاَّھُنَّ بَعۡدَه﴾ (٦٧)

نبی ﷺ اگر ظہر سے پہلے چار رکعتیں نہ پڑھ پاتے تو انہیں بعد میں پڑھ لیتے تھے۔

ابن ماجہ میں ہے:

کَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَاتَتۡهُ الۡاَرۡبَعُ قَبۡلَ الظُّھۡرِ صَلاَّھَا بَعۡدَ الرَّکۡعَتَیۡنِ بَعۡدَ الظُّھۡرِ.﴾(٦٨)

جب نبی ﷺ کی ظہر سے پہلے والی چار رکعتیں رہ جاتیں تو انہیں آپ ﷺ بعد والی دوسنتوں کے بعد پڑھ لیتے تھے۔

---

(٦٥)۔شرح السنہ ۴۶۹/۳' تحفۃ الاحوذی ۴۹۷/۲

(٦٦)۔بحوالہ تحقیق شرح السنہ ۴۶۹/۳

(٦٧)۔ترمذی ۲/ ۲۹۱ بتحقیق احمد شاکر،ابن ماجہ ۱/ ۳۶۶

(٦٨)۔ابن ماجہ ۱/ ۳۶۶، نیل الاوطار ۲/ ۳/ ۲۶' تحفۃ الاحوذی ۴۹۹/۲

اگر کبھی ظہر کے بعد والی دو سنتیں قضاء ہو جائیں اور عصر کا وقت ہو جائے تو وہ عصر کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہیں جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں نبی ﷺ کا فعل مروی ہے۔(۶۹)
البتہ آپ ﷺ انہیں ہمیشہ پڑھتے رہے جو آپ ﷺ کا خاصہ تھا جیسا کہ مسلم ونسائی میں ہے:

﴿ثُمَّ اَثْبَتَهُمَا وَكَانَ اِذَاصَلّٰى صَلٰوةً دَاوَمَ عَلَيْهَا﴾(۷۰)
پھر آپ ﷺ نے انہیں مسلسل پڑھا کیونکہ آپ ﷺ جب کوئی کام کرتے تو اس پر ہمیشگی فرماتے۔

☆ نمازِ عصر کے ساتھ کوئی مؤکّدہ سنت نماز نہیں' البتہ غیر موکّدہ سنتیں ہیں، جن کا تذکرہ آگے آنے والا ہے۔

مغرب وعشاء کی مؤکّدہ سنتیں: نمازِ پنجگانہ کی مؤکّدہ سنتوں کا ذکر چل رہا ہے اور فجر وظہر کی تفصیل گزر چکی ہے جبکہ عصر کے ساتھ موکّدہ سنتیں کوئی نہیں ہیں۔رہی مغرب وعشاء تو نمازِ مغرب کے فرضوں کے بعد دو سنتیں اور نمازِ عشاء کے فرضوں کے بعد بھی دو سنتیں مؤکّدہ ہیں چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں مغرب کے بعد دو رکعتوں اور عشاء کے بعد دو رکعتوں کا ذکر آیا ہے اور مسلم شریف وسنن (النسائی) میں ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں بھی مغرب وعشاء کے بعد دو دو سنتوں کا ذکر ہے(۷۱)
صحیح مسلم وابوداؤد میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی نبی اکرم ﷺ کا مغرب وعشاء کے بعد گھر آ کر دو دو سنتیں پڑھنا ہی مروی ہے۔(۷۲)

مغرب کی ان دو مؤکّدہ سنتوں میں بھی فجر کی سنتوں کی طرح پہلی میں ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور دوسری میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھنا بہتر ہے۔(۷۳)

---

(۶۹)۔انظر النیل ۲/ ۲۷۳
(۷۰)۔النیل ۲/ ۳/ ۲۸
(۷۱)۔دیکھئے عنوان نمازِ ظہر کی سُننِ راتبہ' نیل الاوطار ۲/ ۳/ ۱۴' ۱۵' ۲۱ مختصر النسائی للألبانی ص ۱۰۶
(۷۲)۔مشکاۃ ۱/ ۳۶۶
(۷۳)۔المغنی ۲/ ۱۲۷، صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ للالبانی

اسطرح نمازِ پنجگانہ کی مؤکّدہ سنتوں کی تعداد ظہر سے قبل چار کی شکل میں کل بارہ اور ظہر سے قبل دو کی شکل میں کل دس بنتی ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کل دس سنتوں کی حدیث ہی مروی ہے جبکہ ام المؤمنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کی مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ والی حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿مَنْ صَلَّى فِيْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَىْ عَشَرَةَ سَجْدَةً سِوىٰ الْمَكْتُوْبَةِ بُنِىَ لَه' بَيْت" فِي الْجَنَّةِ﴾ (۷۴)

جس نے ایک دن اور رات میں فرضوں کے علاوہ بارہ رکعتیں پڑھیں اسکے لئے جنت میں ایک گھر بن گیا۔

نمازِ پنجگانہ کی غیر مؤکّدہ سنتیں:

نمازِ پنجگانہ کی ان مؤکّدہ دس یا بارہ سنتوں کے علاوہ بعض نمازوں کے ساتھ کچھ غیر مؤکّدہ سنتوں کا ثبوت بھی احادیث سے ملتا ہے جنکا حکم انکے نام سے ہی ظاہر ہے کہ وہ غیر راتبہ یا غیر مؤکّدہ ہیں۔ کوئی پڑھ لے تو ثواب ہے نہ پڑھے تو گناہ نہیں ہوتا۔ ایسی سنتوں میں سے نمازِ فجر اور ظہر کے ساتھ تو کوئی نہیں، اسطرح نمازِ فجر کی کل چار ہی رکعتیں ثابت ہیں جن میں سے دو سنتیں مؤکّدہ اور دو فرض اور نمازِ ظہر کی اگر فرضوں سے پہلے دو مؤکّدہ سنتوں والی حدیث پر عمل کیا جائے تو آٹھ رکعتیں ہوئیں۔ دو مؤکّدہ سنتیں پہلے پھر چار فرض اور بعد میں پھر دو مؤکّدہ سنتیں اور اگر فرضوں سے پہلے چار مؤکّدہ سنتوں والی حدیث پر عمل کیا جائے تو کل دس رکعتیں ہو گئیں۔ یہاں ایک بات یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ سننِ اربعہ، مسند احمد، مستدرک حاکم اور شرح السنہ بغوی میں ایک حدیث ہے جسمیں ظہر کے فرضوں کے بعد بھی چار ہی سنتوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿مَنْ حَافَظَ عَلٰى اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَه' اللّٰهُ عَلٰى النَّارِ﴾ (۷۵)

جو شخص نمازِ ظہر کے فرضوں سے پہلے چار اور فرضوں کے بعد بھی چار رکعتیں پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

---

(۷۴)۔ سابقہ حوالہ

(۷۵)۔ ابوداؤد مع العون ۴/۱۴۱/۷، جامع الاصول ۷/۱۸، النیل ۲/۳/۱۶، مشکاۃ ۱/۶۸ وصحّحہ الالبانی، شرح السنہ ۳/۴۶۴ وصحّحہ محققوہ بمجموع طرقہٖ

اسطرح ظہر کی کل رکعتیں بارہ ہوگئیں، چار سنتیں پہلے پھر چار فرض اور چار ہی بعد میں۔اس حدیث میں جو حیثیت پہلی چار سنتوں کی ہے، وہی بعد والی چاروں کی ہے۔لہٰذا بعد والی چار رکعتوں میں جو دو سنتیں اور دو نفل کا فرق کیا جاتا ہے وہ تو ثابت نہیں۔ہاں یہ کہا جاسکتا ہے۔کہ چاہے تو چار سنتیں پڑھ لے یا دو پر ہی اکتفا کرلے جیسا کہ فرضوں سے پہلے کی سنتوں میں اختیار اور وسعت ہے البتہ اکثر اوقات اور بعض اوقات کی جو تفصیل گزری ہے وہ سامنے رکھنا زیادہ مناسب ہے۔

نمازِ عصر کے ساتھ مؤکّدہ سنتیں تو کوئی نہیں البتہ غیر مؤکّدہ سنتوں کا پتہ چلتا ہے۔اس سلسلہ میں بھی دو طرح کی احادیث ہیں۔بعض میں چار سنتوں کا ذکر ہے اور بعض میں صرف دو رکعتیں ہی مذکور ہیں۔چنانچہ ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد اور شرح السنہ بغوی میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءً صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعاً﴾ (۷۶)

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو نماز عصر کے فرضوں سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا ہے۔

اسی طرح ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ يَفْصِلُهُنَّ بِالتَّسْلِيْمِ﴾ (۷۷)

نبی ﷺ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور انکے مابین (دو رکعتوں کے بعد) سلام پھیر کر فصل کیا کرتے تھے۔

یعنی اکٹھی چار ایک سلام سے نہیں بلکہ درمیان میں بھی سلام پھیرتے تھے۔لیکن جائز دونوں طرح ہی ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔(۷۸)

ابوداؤد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے:

---

(۷۶)۔شرح السنہ ۳/۴۷۰ وحسنہ محققوہ وصحّحہ ابن خزیمہ' جامع الاصول ۷/۱۹، مشکاۃ ۱/۳۶۷ وحسنہ الالبانی

(۷۷)۔صحیح ابن خزیمہ ۲/۲۱۸ وحسنہ للالبانی، شرح السنہ ۲۶۷-۲۶۸ وحسنوہ وحسنہ الترمذی، مشکوۃ مع المرعاۃ ۴/۱۴۹ حدیث ۴۲۹۔۵۹۸'۵۹۹ صحیح الترمذی ۱/۱۳۵ الالبانی، المشکاۃ ۱/۳۶۸' جامع الاصول ۷/۱۹، مسند احمد ۱/۷۵۔۱۴۳۔۱۴۶۔وصحّحہ احمد شاکر المصری ۱/۴۹۴، سننِ ابن ماجہ ۱/۳۶۷ حدیث ۱۱۶۱

(۷۸)۔دیکھئے عنوان ''نمازِ ظہر کی سُنَنِ راتبہ''۔

﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَکْعَتَیْنِ.﴾(۷۹) نبی ﷺ عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

لہٰذا دونوں طرح ہی جائز ہے چاہے تو چار سنتیں پڑھ لے یا دو اور یہ سب ہیں بھی غیر مؤکّدہ۔ عصر سے پہلے چار سنتوں کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ متن میں ان کے پڑھنے والے کیلئے دعائے نبوی ﷺ ﴿رَحِمَ اللّٰہ﴾ گزری ہے۔ طبرانی کبیر واوسط میں ہے:

﴿لَمْ تَمَسُّہُ النَّارُ﴾ اسے آگ نہیں چھوئے گی۔

حلیہ ابونعیم میں ہے:

﴿غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ.﴾ اللہ اسے بخشے۔

ابو یعلی میں ہے:

﴿بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ﴾ اللہ اسکے لئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔

طبرانی کبیر میں ہے:۔

﴿حَرَّمَ اللّٰہُ بَدَنَہٗ عَلَی النَّارِ﴾(۸۰) اللہ اسکا جسم آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

﴿فَلْیَتَنَا فَسِ الْمُتَنَا فِسُوْنَ. وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ﴾

مغرب کے فرضوں سے پہلے دو سنتیں (غیر مؤکّدہ):

نمازِ مغرب کے فرضوں کے بعد دو سنتیں تو مؤکّدہ ہیں جنکا ذکر سننِ راتبہ کے ضمن میں ہو چکا ہے۔ مغرب کے فرضوں سے پہلے بھی دو رکعتیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ اگرچہ وہ غیر مؤکّدہ ہیں۔ لیکن ان کا ادا کرنا سنت و مستحب ہے۔ نبی ﷺ نے (خود عمل کیا) اور لوگوں کو ان کا حکم فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ دو رکعتیں بڑی کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ لیکن آج مسلمانوں کی اکثریت اس سنت کو چھوڑے ہوئے ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس پر عمل کرتا ہے تو اسے تعجب سے گھورا اور معیوب سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ان دو رکعتوں کا ثبوت متعدد صحیح احادیثِ رسول ﷺ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین سے ملتا ہے۔ مثلاً:

---

(۷۹)۔ ابوداؤد مع العون ۱۵۰/۴ وحسنہ الالبانی فی المشکاۃ ۳۶۸/۱ والارناؤوط فی تحقیق زاد المعاد ۳۱۱/۱

(۸۰)۔ انظر للتفصیل: عون المعبود ۱۴۹/۴

حدیث نمبر ۱: صحاحِ ستہ یعنی صحیح بخاری ومسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارقطنی اور ابن خزیمہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلوٰةٌ" بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلوٰةٌ"﴾ ہر آذان واقامت کے مابین (دورکعت) نماز ہے۔ ہر آذان واقامت کے مابین (دورکعت) نماز ہے۔

راویٔ حدیث حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿قَالَهَا ثَلَاثاً وَقَالَ فِيْ الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ﴾ (۸۱) آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین مرتبہ کہے اور تیسری مرتبہ یہ بھی فرمادیا کہ جسکا جی چاہے پڑھے (یعنی موکّدہ نہیں ہیں)۔

کبار علماءِ احناف میں سے علاّمہ سندھی ابن ماجہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں جو حکم دیا گیا ہے اسکا عموم نمازِ مغرب کو بھی شامل ہے اور حدیثِ انس رضی اللہ عنہ وغیرہ میں تو مغرب کے فرضوں سے پہلے دورکعتیں پڑھنے کی واضح صراحت موجود ہے لہٰذا اس عمل کو مکروہ کہنے کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے۔(۸۲)

حاشیہ نسائی میں وہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث مغرب کے فرضوں سے پہلے دورکعتوں کے جواز بلکہ نُدب واستحباب پر دلالت کرتی ہیں۔(۸۳)

علماءِ احناف میں اختلاف ہے، بعض نے انہیں مستحب کہا ہے جیسا کہ علاّمہ سندھی وغیرہ ہیں۔ الکوکب الدری میں صحیح اسے ہی قرار دیا گیا ہے کہ اگر ان سے تکبیرِ تحریمہ کے چھوٹنے کا اندیشہ نہ ہو تو ان کا پڑھنا مستحب ہے۔(۸۴) عرب ممالک میں آذانِ مغرب کے بعد باقاعدہ دورکعتوں کیلئے وقفہ

---

(۸۱)۔ بخاری مع الفتح ۲/۱۰۲و۲/۱۱۰، مسلم مع النووی ۶/ ۱۶۴، ابوداؤد مع العون۴/ ۱۶۲، ترمذی مع التحفہ ۱/۵۴۸، ابن ماجہ ۱/۳۶۸، ابن خزیمہ ۲/۲۶۶، دارقطنی ۱/۲۶۶، نسائی ۱/۲/۲۸۔

(۸۲)۔حاشیہ ابن ماجہ بحوالہ المرعاۃ ۲/۱۰۰۔

(۸۳)۔حاشیہ نسائی للسندھی مع شرح السیوطی ۱/۲/۲۸، ابن خزیمہ، طبع دارالفکر بیروت۔

(۸۴)۔الکوکب الدری ۱/۱۰۳ بحوالہ فقہ السنہ اردو ۱/۲۵۳ ۔

دیا جاتا ہے اور تکبیرِ تحریمہ چھوٹنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ اسطرح گویا یہاں احناف کے نزدیک بھی یہ دو رکعتیں مستحب ہیں۔

حدیث نمبر۲: علّامہ سندھی نے جس حدیث انس رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ صحیح بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور مسند احمد اور دارقطنی میں ہے، جسمیں وہ فرماتے ہیں:

﴿كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَإِذَاأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ اِبْتَدَرُوْا السَّوَارِیْ فَيَرْكَعُوْنَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ.﴾(۸۵)

مدینہ منورہ میں ہم لوگوں کی عادت تھی کہ جب مؤذن مغرب کی آذان دیتا تو سب لوگ دوڑ کر ستونوں کی آڑ میں دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

مسلم وغیرہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ لوگ ان دو رکعتوں کو اتنی کثرت سے پڑھا کرتے تھے کہ اگر کوئی نیا آدمی مسجد میں آتا تو سمجھتا کہ فرض نماز پڑھی جا چکی ہے اور لوگ شائد بعد والی سنتیں پڑھ رہے ہیں۔(۸۶)

بخاری و مسلم کی ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی اکثریت کا عمل یہی تھا۔ بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ ستونوں کی آڑ میں یہ سنتیں پڑھتے تھے۔ بخاری اور مسلم کی ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی اکثریت کا عمل یہی تھا۔

حدیث نمبر۳: اسی طرح صحیح بخاری شریف میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ﴾ (۸۷) نمازِ مغرب سے پہلے (دو رکعت) نماز پڑھو

آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے اور تیسری مرتبہ فرمایا:

﴿لِمَنْ شَاءَ﴾ جو چاہے پڑھے۔

حضرت عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ”جو چاہے پڑھے“ اسلئے کہا

(۸۵)۔ بخاری مع الفتح ۱/۵۷۷ و ۲/۱۰۶ مسلم مع النووی ۶/۱۲۳، ابن ماجہ ۱/۳۶۸، ابن خزیمہ ۲/۲۶۶، دارقطنی ۱/۲۶۷۔

(۸۶)۔ صحیح مسلم ۳/۲/۱۲۳۔

(۸۷)۔ بخاری مع الفتح ۳/۵۹۔۱۳/۳۳۷۔

کہ لوگ کہیں ان دو رکعتوں کو سنت مؤکدہ نہ سمجھ لیں۔ بخاری شریف میں تو مطلق ''صَلُّوْا'' ہے جبکہ ابوداؤد وغیرہ میں صراحت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا:

﴿صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ﴾ (۸۸) مغرب کے فرضوں سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔

حدیث نمبر۴: جبکہ صحیح مسلم وابوداؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہء مبارک میں ہم غروبِ آفتاب کے بعد اور مغرب کے فرضوں سے پہلے دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ راویٔ حدیث مختار بن فُلْفُلْ پوچھتے ہیں: کیا نبی ﷺ بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا:

﴿كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيْهِمَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا﴾ (۸۹) آپ ﷺ ہمیں پڑھتے ہوئے دیکھتے، تو نہ ہمیں (بطریقِ وجوب) اسکا حکم دیتے اور نہ اس سے منع فرماتے تھے۔

واضح بات ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک کام تو مکروہ ہو اور نبی ﷺ اس سے منع نہ فرمائیں آپ ﷺ کا منع نہ فرمانا دلیل ہے استحباب کی۔

حدیث نمبر۵: اسی طرح بخاری شریف، مسند احمد، دارقطنی اور بیہقی میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی مذکور ہے جسمیں وہ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهٗ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ﴾ (۹۰) ہم لوگ نبی ﷺ کے زمانہ میں یہ (دو رکعتیں) پڑھا کرتے تھے۔

حدیث نمبر۶: صحیح ابن حبان وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

(۸۸)۔ صحیح بخاری ۱۶۰/۴، ابن خزیمہ ۲۶۷/۲، دار قطنی ۲۶۶/۱، سنن دارمی ۳۳۶/۱، للتفصیل: المرعاۃ ۱۶۵-۱۶۸

(۸۹)۔ مسلم مع النووی ۳/ ۱۲۳/۶، ابوداؤد مع العون ۱۶۱/۴۔

(۹۰)۔ بخاری مع الفتح ۵۹/۳، دارقطنی ۲۶۸/۱۔

﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰی قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ.﴾ (۹۱)
نبی ﷺ نے نمازِ مغرب کے فرضوں سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں۔

حدیث نمبر ۷: دار قطنی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿مَامِنْ صَلوٰةٍ مَكْتُوْبَةٍ اِلَّابَيْنَ يَدَيْهَا رَكْعَتَانِ﴾ (۹۲)
ہر فرض نماز سے پہلے دو رکعت ہیں۔

آثارِ صحابہ وتابعین

مذکورہ بالا چند قولی و فعلی اور تقریری احادیث کے علاوہ متعدد احادیث اور بکثرت آثار سے بھی ان دو رکعتوں کے استحباب کا پتہ چلتا ہے:

اثر نمبر ۱: زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا اور عبدالرحمٰن بن عوف اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے یہاں قیام کیا، میں نے ان دونوں کو دیکھا:

﴿فَكَانَا يُصَلِّيَانِ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلوٰةِ الْمَغْرِبِ لَا يَدَعَانِ ذَالِكَ﴾ (۹۳)
وہ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے ان دونوں رکعتوں کو چھوڑتے نہیں تھے۔

اثر نمبر ۲: امام زہریؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

﴿اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلوٰةِ الْمَغْرِبِ﴾ (۹۴)
وہ دو رکعتیں مغرب سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

---

(۹۱)۔موارد الظمآن زوائد ابن حبان حدیث: ۶۱۷ ص ۶۳ وامام المروزی فی قیام اللیل کمافی نصب الرایۃ ۱۴۱/۲، عون المعبود ۱۶۲/۴، تحفۃ الاحوذی ۵۵۲/۱، التعلیق المغنی ۲۶۶/۱، بلوغ المرام مع سبل اسلام ۵/۲/۱ طبع بیروت

(۹۲)۔دار قطنی ۲۶۷/۱، المروزی فی قیام اللیل ص ۲۶، صحیح ابن حبان، نصب الرایۃ ۱۴۲/۲، التعلیق المغنی ۲۶۷/۱ تحفۃ الاحوذی ۵۴۸/۱، ترمذی ۵۴۸/۱۔

(۹۳)۔مصنف عبدالرزاق ۴۳۴/۲، المروزی فی قیام اللیل، تحفۃ الاحوذی ۵۵۱/۱، المحلّٰی لابن حزم ۳۴۸/۲، مجمع الزوائد ۲۲۶/۲۔

(۹۴)۔مصنف عبدالرزاق ۴۳۴/۲، المحلّٰی ۳۴۸/۲

اثر نمبر۳: رغبان مولیٰ حبیب بن مسلمہؒ کہتے ہیں:

﴿رَأَیْتُ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَھُبُّوْنَ اِلَیْھِمَا کَمَا یَھُبُّوْنَ اِلٰی الْمَکْتُوْبَۃِ یَعْنِی الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ﴾ (۹۵)

میں نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے کیلئے ٹوٹ پڑتے تھے جس طرح فرض نماز پڑھنے کیلئے کرتے تھے۔

اثر نمبر۴: جعفر بن ابی وحشیہ کہتے ہیں۔

﴿اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰہِ کَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَکْعَتَیْنِ﴾ (۹۶/۱)

بے شک جابر بن عبداللہ مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

اثر نمبر۵: راشد بن یسار کہتے ہیں:

﴿اَشْھَدُ عَلٰی خَمْسَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَۃِ اَنَّھُمْ کَانُوْا یُصَلُّوْنَ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ﴾ (۹۶/۲)

میں گواہ ہوں پانچ صحابہ پر جو کہ اصحاب شجرہ (بیعتِ رضوان) میں سے ہیں کہ وہ لوگ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

اثر نمبر۶: حکم کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی اور ان کو دیکھا:

﴿کَانَ یُصَلِّیْ الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ﴾ (۹۷)

وہ مغرب سے پہلے دو رکعت سنت پڑھتے تھے۔

ان دو رکعتوں کا ثبوت کئی اور احادیث و آثار سے بھی ملتا ہے۔ (۹۸)

---

(۹۵)۔ بیہقی ۴۷۶/۲، ابن حزم المحلّٰی ۳۴۸/۲، قیام اللیل المروزی، تحفۃ الاحوذی ۵۵۱/۱

(۹۶/۱)۔ المحلّٰی ۳۴۹/۲، قیام اللیل ص ۳۷۔

(۹۶/۲)۔ المحلّٰی ۳۴۹/۱

(۹۷)۔ المحلّٰی ۳۴۹/۲

(۹۸)۔ ترمذی و تحفہ ۵۴۸/۱، نصب الرایہ ۱۴۲/۲، دارقطنی والتعلیق ۲۶۷/۱، قیام اللیل مروزی ص ۲۶۔

مغرب کے بعد اور نمازِ عشاء کی غیر مؤکّدہ سنتیں: بعض روایات میں مغرب اور عشاء کے درمیان چار رکعتیں، بعض میں چھ اور بعض میں بیس کا ذکر ملتا ہے۔لیکن ان روایات کی استنادی حیثیت غیر معتمد ہے۔آئمہ وماہرینِ فنِ حدیث کے نزدیک چار رکعتوں والی روایت مرسل، چھ والی سخت ضعیف اور بیس والی روایت موضوع ومن گھڑت ہے۔(۹۹)

البتہ رکعتوں کی تعداد متعیّن کئے بغیر مغرب وعشاء کے درمیان نوافل پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ ترمذی ونسائی اور مسند احمد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَامَ فَلَمْ يَزَلْ يُصَلِّيْ حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ خَرَجَ﴾(۱۰۰)

میں نے نبی ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، جب آپ ﷺ نے اپنی نماز (فرض اور مؤکّدہ سنتیں) پڑھ لیں تو کھڑے ہوگئے پھر آپ ﷺ نمازِ عشاء تک نفلی نماز پڑھتے رہے (اور نمازِ عشاء کے بعد) پھر آپ ﷺ مسجد سے نکلے۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مغرب کے بعد سے عشاء تک کے دوران جتنے نوافل چاہے پڑھے، ثواب ہے۔تعداد متعیّن کرنے کی ضرورت نہیں۔(۱۰۱)

جب نمازِ عشاء کی آذان ہو تو اسکی آذان واقامت کے مابین کافی وقفہ ہوتا ہے۔اس عرصہ میں جتنی رکعتیں پڑھنا چاہیں، پڑھ سکتے ہیں۔جو شخص مسجد کے اندر موجود ہو وہ ﴿بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ﴾ والی حدیث پر عمل کرتے ہوئے دو رکعتیں پڑھ لے۔(۱۰۲)

جو شخص باہر سے مسجد میں آئے تو اسے مذکورہ حدیث کے علاوہ تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء والی احادیث پر عمل کرنے کی بھی گنجائش ہے۔البتہ اس نفلی عبادت کی جتنی بھی رکعتیں پڑھے، دو دو کر کے پڑھے اور اگر مسجد میں داخل ہونے پر جماعت کھڑی ہو جائے تو پھر جماعت سے مل جائے، کیونکہ ایسے

(۹۹)۔المحلّٰی، عون المعبود، تحفۃ الاحوذی، المرعاۃ، الفتح الربانی۔

(۱۰۰)۔الارواء۲/۲۲۲

(۱۰۱)۔للتفصیل: نیل الاوطار۲/۳/۵۴۔۵۶؛ الفتح الربانی ۴/۲۱۵

(۱۰۲)۔دیکھیئے سابقہ حاشیہ حدیث نمبر ا تحت عنوان ''مغرب کے فرضوں سے پہلے دو سنّتیں''۔

میں یہ غیر مؤکّدہ سنتیں تو کجا، مؤکّدہ کی ادائیگی بھی جائز نہیں۔ بعض کتبِ فقہ (الفقہ علی المذاھب الاربعہ وغیرہ) میں خاص نمازِ عشاء سے پہلے چار غیر مؤکّدہ سنتیں لکھی ہیں، جنھیں عموماً ایک ہی سلام سے پڑھا جاتا ہے۔ اس کیفیت وکمیّت کو ظاہر کرنے والی کوئی حدیث ہماری نظر سے نہیں گزری۔

عشاء کے فرضوں کے بعد دو سنتیں تو راتبہ یا مؤکّدہ ہیں۔ صحیح بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں انہی مؤکّدہ دو سنتوں کا ذکر ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

﴿ثُمَّ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ وَیَدْخُلُ بَیْتِیْ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ﴾(۱۰۳)

آپ ﷺ (مسجد میں) لوگوں کو عشاء پڑھاتے پھر میرے گھر میں داخل ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

ان احادیث میں تو نمازِ عشاء کے فرضوں کے بعد صرف دو ہی سنتوں کا پتہ چلتا ہے جو کہ مؤکّدہ ہیں البتہ ابوداؤد میں ایک روایت ہے، جسمیں چار یا چھ رکعتوں کا ذکر ہے۔ اس حدیث کی شرح میں شارح ابوداؤد علاّمہ عظیم آبادی نے لکھا ہے کہ ان احادیث کا مفاد یہ ہے کہ آپ ﷺ حسبِ موقع کبھی دو رکعتیں، کبھی چار اور کبھی چھ پڑھتے ہونگے۔ (۱۰۴)

صرف چار رکعتوں کے بارے میں متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے کئی احادیث مروی ہیں۔ جو اگرچہ اکثر ضعیف ہیں، البتہ ابوداؤد، مسند احمد اور بیہقی کی ایک روایت کو امام ابوداؤد، منذری اور شوکانیؒ کے الفاظ کچھ قابلِ اعتبار ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا فرضوں کے بعد دو مؤکّدہ سنتوں کے علاوہ دو غیر مؤکّدہ ومستحب رکعتوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔ تو گویا جو دو رکعتیں نفلوں کے نام سے پڑھی جاتی ہیں وہ یہی ہیں۔ (۱۰۵)

ابوداؤد کی مذکورہ حدیث کو شیخ البانی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (۱۰۶)

---

(۱۰۳)۔ حوالہ جات گزر گئے ہیں۔
(۱۰۴)۔ عون المعبود ۴/۱۸۶۔
(۱۰۵)۔ راجع للتفصیل: المرعاۃ ۳/۱۵۲
(۱۰۶)۔ المشکاۃ ۱/۳۶۸۔

لیکن امام شوکانی نے کہا ہے:

﴿رِجَالُ اَسْنَادِہٖ ثِقَاتٌ وَمُقَاتِلُ بْنُ بَشِیْرٍ الْعَجَلِیُ قَدْوَثَّقَہُ ابْنُ حِبَّانَ﴾ (۱۰۷)

اسکی سند کے راوی ثقہ ہیں اور مقاتل بن بشیر العجلی کو امام ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔

بخاری وابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزاری۔ اسی حدیث میں وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ عشاء پڑھ کر اپنے گھر آئے اور چار رکعتیں پڑھیں۔ (۱۰۸)

الغرض ان چار یا چھ رکعتوں میں سے جمہور علماء کے نزدیک دو سنت مؤکّدہ اور باقی مستحب ونوافل ہیں (۱۰۹) جنکے پڑھنے پر ثواب تو ہے نہ پڑھنے پر عقاب نہیں۔

اوقاتِ سُنن: امام ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ نماز سے پہلے والی سنتوں کا وقت نماز کے وقت کے داخل ہو جانے سے نماز تک ہے اور بعد والی سنتوں کا فرض نماز ادا ہو چکنے سے لیکر اس نماز کا وقت گزر جانے تک ہے۔ (۱۱۰)

☆ جبکہ مؤکّدہ سنّتوں کی قضاء بھی نبی ﷺ سے ثابت ہے جیسے فجر کی اور ظہر کی بعد والی دو سنتوں کی قضاء کتبِ حدیث میں معروف ہے۔

---

(۱۰۷)۔ النیل ۲/۳/۱۸۔

(۱۰۸)۔ النیل ۲/۳/۱۱۸، الفتح الربانی ۴/۲۲۰، ۲۲۱، ۲۵۱

(۱۰۹)۔ الفتح الربانی ۴/۲۲۱

(۱۱۰)۔ المغنی ۱/۱۲۸

نمازِ وِتر

فضائلِ نمازِ وِتر: وِتر ایک مستقل بالذّات نماز ہے، جسے نمازِ عشاء کے ساتھ کچھ اس انداز سے جوڑ دیا گیا ہے کہ گویا وہ نمازِ عشاء کا ہی حصہ ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ نے وِتر کو مستقل نماز قرار دیا اور اس نماز کی بہت زیادہ فضیلت و اہمیت بیان فرمائی ہے اور اس نماز کو عشاء کے ساتھ جوڑ دینے کا سبب دراصل یہ ہے کہ اس نماز کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سے شروع ہو کر طلوعِ فجر تک رہتا ہے۔ عَلیٰ کُلِّ حَال اس نماز کی فضیلت و اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ابوداؤد، ترمذی اور سنن دارمی غیرہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ قَدْاَمَدَّ کُمْ بِصَلَاۃٍ وَّهِيَ الْوِتْرُ فَصَلُّوْهَا فِيْمَا بَيْنَ اَجْوَاءِ الْعِشَاءِ اِلیٰ طُلُوْعِ الْفَجْرِ﴾(۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے ایک نماز کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی ہے اور وہ نمازِ وِتر ہے۔ اسے عشاء اور طلوعِ فجر کے مابین پڑھا کرو۔

اسی طرح بعض دیگر روایات سے بھی وِتروں کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے، جن میں سے اکثریت کی اسناد متکلّم فیہ ہیں مثلاً ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿اَلْوِتْرُ لَیْسَ بِحَتْمٍ کَصَلٰوتِکُمُ الْمَکْتُوْبَۃِ وَلٰکِنْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَفَاَوْتِرُوْیَا أَھْلَ الْقُرْآنِ﴾(۱۱۲)

نمازِ وِتر تمہاری فرض نمازوں کی طرح حتمی تو نہیں، لیکن اسے اللہ کے رسول ﷺ نے اپنایا اور فرمایا: اللہ وِتر (طاق) ہے اور وہ اکائی (نماز وِتر) کو محبوب رکھتا ہے۔ اے اہلِ قرآن (مسلمانو)! وِتر پڑھا کرو۔

ابوداؤد، نسائی، صحیح ابن حبان اور دار قطنی وغیرہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک موقوف روایت میں آیا ہے:

اَلْوِتْرُ حَقٌ۔ — وِتر حق ہے۔

---

(۱۱۱)۔الإرواء ۲/۱۵۶ وصحّحہ (۱۱۲)۔ابوداؤد، ترمذی، نسائی، شرح السنہ وتحقیقہ ۴/۱۰۲۷۹، الفتح الربانی مختصراً ۴/۲۷۳۔۲۷۸ قال الشوکانی: حسّنہ الترمذی وصحّحہ الحاکم، النیل ۲/۳/۲۹

ابوداؤد کے الفاظ ہیں:

اَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ — وِتر ہر مسلمان پر حق (ثابت) ہے۔

ابن المنذر کی روایت میں ہے:

اَلْوِتْرُ حَقٌّ وَلَیْسَ بِوَاجِبٍ (۱۱۳) — وِتر حق ہے لیکن واجب نہیں۔

یہ روایت مرفوعاً مذکور ہے مگر امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ کبار محدّثین میں سے ابوحاتم ذہلی، دارقطنی اور بیہقی نے اس کے موقوف ہونے کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔(۱۱۴)

ابوداؤد و مستدرک حاکم میں ہے:

﴿اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا﴾ (۱۱۵) — وِتر حق ہے اور جو شخص وِتر نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔

مسند احمد، طبرانی، دارقطنی اور بیہقی میں ہے:

﴿ثَلَاثٌ عَلَيَّ فَرَائِضُ وَلَکُمْ تَطَوُّعٌ النَّحْرُ وَ الْوِتْرُ وَ رَکْعَتَا الْفَجْرِ.﴾ (۱۱۶) — تین چیزیں میرے لئے فرض اور تمہاری نسبت تطوّع (یعنی سنت) ہیں قربانی، نماز وِتر اور فجر کی دو رکعتیں۔

ان مختلف روایات سے نمازِ وِتر کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے اور اہل علم نے فجر کی سنتوں اور نمازِ وِتر میں سے کسی ایک کی افضیلت میں مختلف آراء ظاہر کی ہیں۔ بعض نے فجر کی سنتوں کو افضل کہا ہے اور بعض نے وِتر کو۔ جبکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ دیگر نفلی نمازوں حتیٰ کہ نمازِ پنجگانہ کے ساتھ والی تمام موکّدہ سنتوں سے یہ دونوں زیادہ تاکید والی اور افضل ہیں۔

اِسی طرح نمازِ فجر کی سنتوں اور نمازِ وِتر کی فضیلت و اہمیت کا اس بات سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سفر و حضر، کسی موقع پر بھی انہیں ترک نہیں کیا اور ان دونوں کی قضاء بھی ثابت ہے اور ان دونوں کے فضائل میں متعدد احادیث ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کے بارے میں

(۱۱۳)۔ النیل ۲/۳/۲۹۔ (۱۱۴)۔ حوالہ سابقہ ص ۳۰۔

(۱۱۵)۔ بحوالہ بالا، قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح وضعفہ الالبانی، الارواء ۲/۱۴۶

(۱۱۶)۔ حوالہ سابقہ ایضاً۔

اہلِ علم اس پہلو میں بھی دو رائے رکھتے ہیں کہ آیا یہ دونوں واجب ہیں یا سنتِ مؤکّدہ؟ بعض نے فجر کی سنتوں کو اور نمازِ وِتر کو واجب قرار دیا ہے، جبکہ جمہور ائمہ، علماء و فقہاء اور اہلِ علم ان دونوں کو سنتِ مؤکّدہ کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ دیگر مؤکّدہ سنتوں سے بھی زیادہ مؤکّدہ افضل اور اہم ہیں جیسا کہ ان کے فضائل میں وارد ہونے والے ارشاداتِ نبوی ﷺ سے پتہ چلتا ہے۔

نمازِ وِتر کا حکم، سنتِ مؤکّدہ

قائلینِ وجوب اور انکے دلائل: حضرت امام ابوحنیفہؒ وجوب کے قائل ہیں اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے جو وِتر کے فضائل کے ضمن میں ذکر ہوئی ہیں مثلاً ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نماز کے ساتھ تمہاری مدد فرمائی ہے جو کہ نمازِ وِتر ہے، اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ وہ نماز تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (۱۱۷)

اس حدیث میں فضیلت تو مذکور ہے مگر یہ وجوب کا پتہ نہیں دیتی اور اگر ایسی فضیلت کو وجوب کی دلیل بنایا جاسکتا ہوتو پھر فجر کی سنتوں کی ایک طرح سے اس سے بھی زیادہ فضیلت بیان ہوئی ہے۔ کیونکہ بخاری و مسلم کی صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے انہیں ﴿خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا﴾ قرار دیا ہے اور ظاہر ہے ﴿دُنْیَا وَمَافِیْھَا﴾ سے بہتر چیز، سرخ اونٹوں سے بہتر چیز سے افضل ہوگی، کیونکہ سرخ اونٹ تو دنیا کا جزء ہیں اور جزء کی کل کے مقابلہ میں جو حیثیت ہے وہ واضح ہے اور اتنی بڑی فضیلت ہونے کے باوجود سنتوں کو زیادہ سے زیادہ مؤکّدہ ہی کہا گیا ہے نہ کہ واجب اِسی طرح ایک حدیث میں ہے:

﴿اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ﴾ وِتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔ (۱۱۸)

اس حدیث کی سند میں جابر جعفی ہے جو جمہور علماء کے نزدیک ضعیف ہے، اور اگر حدیث صحیح ہوتی (یا بالفرض اسے صحیح مان بھی لیا جائے) تو پھر ایک اعتراض و اشکال وارد ہوتا ہے کہ غسلِ جمعہ کے بارے میں بھی صحیح بخاری و مسلم اور ابوداؤد و نسائی وغیرہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

---

(۱۱۷)۔ الحدیث صحّحہ الالبانی دون ھذہ الکلمات، انظر الارواء ۱۵۶/۲

(۱۱۸)۔ بزار بحوالہ النیل ۳۰/۳/۲ (۱۱۹)۔ بحوالہ النیل ۲۳۴/۱/۱، ۲۳۴/۳/۲

(۱۲۰)۔ النیل ۲۳۱/۱/۱

﴿غُسُلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ﴾ (۱۱۹) یوم جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔

جبکہ جمہور علماء سلف وخلف اور تمام فقہاء کے نزدیک غسلِ جمعہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔(۱۲۰)

واجب کے واضح لفظ کو استحباب پر محمول کرنے کے قرینے بھی موجود ہیں جنہیں جمہور کی طرف سے امام شوکانی نے نیل الأوطار میں بالتفصیل نقل کیا ہے۔(۱۲۱)

وہی قرینے وِتر کے بارے میں وارد ہونے والے لفظِ واجب کو سنت کی طرف پھیرنے کے بھی موجود ہیں۔

بعینہ ﴿اَلْوِتْرِ حَقٌّ﴾ والی حدیث کا معاملہ ہے کہ اسے بھی وِتر کے واجب ہونے کی دلیل کہا گیا ہے جبکہ غسلِ جمعہ کے بارے میں بھی یہ لفظ صحیح بخاری ومسلم میں موجود ہے، ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَّغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْماً﴾ (۱۲۲) ہر مسلمان پر سات دنوں میں ایک دن (یوم جمعہ) کا غسل حق ہے۔

امام بغویؒ نے شرح السنہ میں حدیث ''الوِتر حق'' نقل کر کے حق کے معنی کی وضاحت کی ہے کہ عام علماء کے نزدیک اس سے مراد انگیخت اور ترغیب ہے۔(۱۲۳)

اسی طرح ہی حدیث میں بعض دیگر روایات ہیں جو بظاہر تو وِتر کے وجوب کا پتہ دیتی ہیں مگر ہر کسی کے ساتھ قرینۂ صارفہ عن الوجوب موجود ہونے کی وجہ سے باقی تینوں آئمہ اور جمہور علماء وفقہاء نے نمازِ وِتر کو سنتِ مؤکّدہ ہی قرار دیا ہے اور جمہور کے دلائل کی قوت کے پیشِ نظر ہی خود امام صاحب کے دونوں شاگردانِ خاص امام ابو یوسف اور امام محمد بھی وِتر کے سنتِ مؤکّدہ ہونے کے ہی قائل ہیں جیسا فتح الباری شرح صحیح بخاری میں شیخ ابو حامد غزالی کے حوالہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے۔(۱۲۴)

صاحبین کا یہی مسلک خود احناف کی اپنی معتبر کتاب ہدایہ میں بھی منقول ہے۔(۱۲۵)

---

(۱۲۱)۔نیل الاوطار ۲۳۱/۱/۱
(۱۲۲)۔مفتق علیہ، النیل ۲۳۴/۱/۱
(۱۲۳)۔شرح السنہ ۱۰۳/۴
(۱۲۴)۔الفتح ۴۸۹/۲ دارا لافتاء
(۱۲۵)۔بحوالہ فقہ السنہ اردو ۲۷۸/۱ محمد عاصم

غیر واجب کہنے والے اور انکے دلائل: آئمۂ ثلاثہ اور جمہور علماء و فقہاء کے نزدیک وِتر واجب نہیں بلکہ سنت ہے، کیونکہ ایک تو وجوب پر دلالت کرنے والی اکثر احادیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں۔(۱۲۶)

بعض سے مطلوب ثابت نہیں ہوتا، جبکہ کتنی ہی دیگر احادیث عدمِ وجوب پر دلالت کرتی ہیں جن میں سے بعض فضائلِ وِتر کے ضمن میں بھی گزری ہیں مثلاً یہ کہ وِتر تمہاری فرض نمازوں کی طرح حتمی نہیں بلکہ یہ تمہارے نبی کی سنت ہے اور ایک حدیث میں قربانی نمازِ وِتر اور فجر کی سنتوں کو آپ ﷺ نے تطوّع قرار دیا ہے۔(۱۲۷)

وِتروں کے عدمِ وجوب پر ہی صحاح ستہ اور تقریباً تمام ہی کتبِ حدیث میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مروی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے، جسمیں ہے:

﴿إِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَوْتَرَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ﴾ (۱۲۸)

نبی ﷺ نے اپنے اونٹ پر نمازِ وِتر ادا فرمائی۔

بخاری شریف کے الفاظ ہیں:

﴿يُوْتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ﴾

آپ ﷺ اپنی سواری پر وِتر پڑھا کرتے تھے۔

آپ ﷺ سے تطوّع کے سوا کوئی فریضہ سواری پر ادا کرنا ثابت نہیں۔

اسی طرح بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک اعرابی کو شب و روز میں پانچ نمازیں فرض ہونے کا بتایا تو اس نے پوچھا کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی نماز (واجب) ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا، اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ﴾ (۱۲۹)

نہیں۔ سوائے اسکے کہ تو تطوّع (یعنی سنت و نفل) پڑھے۔

---

(۱۲۶)۔نقلہ الشوکانی عن العراقی، النیل ۳۱/۳/۲
(۱۲۷)۔حوالے گزر گئے ہیں۔
(۱۲۸)۔بخاری مع الفتح ۴۸۹/۲، النیل ۲۹/۳/۲
(۱۲۹)۔شرح السنہ وتخریجہ ۱۰۳/۴

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ ، دارمی اور مؤطاً امام مالک و مسند احمد میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واضح صراحت موجود ہے کہ وترِ واجب نہیں بلکہ تطوّع وسنت مؤ کدّہ ہیں (۱۳۰)۔

☆اس مقام پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ احناف کے نزدیک فرض اور واجب دو الگ الگ چیزیں ہیں، واجب کا درجہ فرضوں سے کم اور سنتِ مؤ کدّہ سے زیادہ ہے، جبکہ دوسروں کے یہاں فرض وواجب ہم معنیٰ لفظ ہیں اور انکے مابین کوئی فرق نہیں۔ اور مذکورہ فرق کو ثابت کرنا محتاجِ دلیل ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے یہ کہہ کر اشادہ کیا ہے:

﴿وَهٰذَا يَتَوَقَّفُ عَلٰى اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْفَرْضِ وَالْوَاجِبِ﴾ (۱۳۱)

یہ معاملہ اس بات پر موقوف ہے کہ کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرض اور واجب کے مابین فرق کیا کرتے تھے؟

نمازِ وتر کا وقت: نمازِ وتر کا وقت کونسا ہے؟ اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کے متعدد ارشادات ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ اسکے وقت میں کافی وسعت ہے، جو نمازِ عشاء سے طلوعِ فجر تک ہے جیسا کہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ ، دارقطنی ، بیہقی اور مستدرک حاکم وغیرہ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز وِتر کی فضیلت بیان فرمائی اور اسکے وقت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَصَلُّوْهَا فِيْمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ﴾ (۱۳۲)

اسے نمازِ عشاء اور طلوع فجر کے مابین پڑھو۔

اس نماز کے وقت میں وسعت کا اندازہ صحیح بخاری و مسلم اور ترمذی وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے، جسمیں وہ حضرت مسروق کے پوچھنے پر بتاتی ہیں:

﴿مِنْ كُلِّ اللَّيْلِ قَدْ اَوْتَرَ اَوَّلِهٖ وَاَوْسَطِهٖ وَآخِرِهٖ﴾

نبی ﷺ نے رات کے ہر حصہ میں نمازِ وِتر ادا فرمائی، ابتدائی حصہ میں بھی، وسطِ شب میں بھی اور رات کے آخری حصہ میں بھی۔

---

(۱۳۱)۔ فتح الباری ۴۸۹/۲۔
(۱۳۲)۔ انظر تخریجه في الارواء ۱۵۷-۱۵۶
(۱۳۳)۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی۔

اورآخر میں وہ فرماتی ہیں:

﴿فَانْتَهىٰ وِتْرُهٗ حِيْنَ مَاتَ فِي السَّحَرِ﴾(۱۳۳)

اور آپ ﷺ نے جن دنوں وفات پائی اس وقت تک آپ ﷺ سحری کے موقع پر وِتر کو پڑھنا اختیار فرما چکے تھے۔

نمازِ وِتر کے وقتِ اداء کی انتہاء کا ذکر کرتے ہوئے صحیح مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿اَوْتِرُ وْاقَبلَ اَنْ تُصْبِحُوْا(۱۳۴)﴾

صبح ہونے سے پہلے پہلے نمازِ وِتر پڑھ لو۔

افضل تو یہی ہے کہ وِتر کی نماز رات کے آخری حصّہ میں طلوعِ فجر کے قریب پڑھی جائے لیکن جس شخص کو اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اٹھ سکے گا۔ اسکے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ نمازِ عشاء کے بعد رات کے شروع حصہ میں ہی وِتر پڑھ لے، کیونکہ صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿مَنْ خَافَ اَلَّايَقُوْمَ آخِرَ اللَّيْلَ فَلْيُو تِرْاَوَّلَهٗ وَمَنْ طَمَعَ اَنْ يَّقُوْمَ آخِرَهٗ فَلْيُوْ تِرْ آخِرَهٗ﴾

تم میں سے جس شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں جاگ سکے گا تو اسے چاہئیے کہ وہ رات کے پہلے حصہ میں ہی وِتر پڑھ لے اور جسے آخر رات کے قیام کا شوق وطمع ہو، اسے چاہیئے کہ وہ رات کے آخری حصہ میں وِتر پڑھے۔

آگے آپ ﷺ نے رات کے آخری حصہ یعنی سحری کے قیام وتہجد کی فضیلت وخصوصیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَاِنَّ صَلوٰةَ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ وَذَالِکَ اَفْضَلُ﴾(۱۳۵)

بیشک رات کے آخری حصہ کی نماز میں فرشتے آتے ہیں اور یہی افضل ہے

---

(۱۳۴)۔ارواء الغلیل ۲/۱۵۲۔

(۱۳۵)۔مختصر مسلم ص۱۰۸، الفتح الربانی ۴/۲۸۷

البتہ آخر رات کو نہ اٹھ سکنے کے خدشہ سے محفوظ رہنے کیلئے ہی نبی اکرم ﷺ نے سونے سے پہلے وِتر پڑھ لینے کی وصیت فرمائی ہے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ بِثَلَاثٍ: صِیَامُ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَھْرٍ﴾

میرے خلیل (نبی ﷺ) نے مجھے خاص طور پر تین باتوں کی وصیت فرمائی: ہر مہینے کے تین روزے رکھنا۔

یاد رہے کہ یہ تین روزے چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے ہیں جنہیں ''ایامِ بِیض'' کے روزے کہا گیا ہے اور دوسری وصیت ہے:

وَرَکْعَتَیِ الضُّحیٰ

صلوٰۃ الضحیٰ یعنی چاشت کی دو رکعتیں۔

اور تیسری وصیت تھی:

﴿وَأَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ﴾ (۱۳۶)

اور یہ کہ سونے سے پہلے میں وِتر پڑھ لیا کروں۔

نقضِ وِتر: اگر کوئی شخص رات کے آخری حصّہ میں نہ اٹھ سکنے کے خدشہ سے وِتر پڑھ کر سوئے، مگر تہجد کے وقت پھر سے جاگ جائے۔ وہ اب کیا کرے؟ کیا دو دو کر کے صرف نوافل ہی پڑھتا رہے یا پھر ایک رکعت پڑھ کر رات کے پڑھے ہوئے وِتر کو توڑ کر شفع یا جفت بنالے اور آخر میں پھر سے وِتر پڑھے؟ اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دونوں طرف لوگ تھے۔ حضرت عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، ابن عمر، ابو ہریرہ، اسامہ اور سعد بن مالک رضی اللہ عنہم اس بات کے قائل ہیں کہ وِترِ اول کو توڑ لے۔ امام اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس مسلک والوں کے پاس اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ پہلے وِتر توڑنے سے واقعی ٹوٹ جائیں گے؟ اور ایک عرصہ کے بعد کی پڑھی ہوئی ایک رکعت پہلے کے پڑھے ہوئے وِتروں کے ساتھ جا کر جڑ جائے گی؟

سیدھی سی بات ہے کہ اگر اٹھ ہی جائے تو پھر دو دو کر کے رکعتیں پڑھتا رہے اور اسکا ثبوت بھی خود نبی ﷺ سے ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے وِتروں کے بعد دو رکعتیں پڑھی ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

(۱۳۶)۔ بخاری فی صیام البیض و صلوٰۃ الضحیٰ و مسلم فی صلوٰۃ الضحیٰ، کتاب صلوٰۃ المسافرین و شرح السنہ بغوی ۹۰/۴

عدمِ نقض: جبکہ صحابہ کی دوسری ایک جماعت اس بات کی قائل رہی ہے کہ پہلے پڑھے ہوئے وِتروں کو توڑا نہ جائے اور پچھلی رات اٹھ جانے پر دو دو رکعتیں کر کے ہی پڑھتا رہے۔ان میں سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، انکے والد خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عمارہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں:

قائلینِ نقض: جس جماعت کا خیال ہے کہ ایک رکعت پڑھ کر رات کی نمازِ وِتر کو شفع یعنی جفت کر لے اور آخر میں وِتر پڑھے، تا کہ رات کی آخری نماز وِتر ہو جائے اور جفت بنا لینے کی شکل میں ایک رات میں دو دفعہ وِتر پڑھنے کی نوبت نہ آئے۔ان کا استدلال ان احادیث سے ہے، جن میں سے ایک تو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں ہے، جسمیں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿لَا وِتْرَانَ فِيْ لَيْلَةٍ﴾ (۱۳۷) ایک رات میں دو وِتر نہیں۔

دوسری حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں ہے، جسمیں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿اِجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا﴾ (۱۳۸) رات کی اپنی آخری نماز وِتر کو بناؤ۔

ان دونوں حدیثوں سے وجہِ استدلال یہ ہے کہ وِتر کو رات کی آخری نماز بنانے کا حکم نبی ﷺ نے دیا ہے اور رات کو وِتر پڑھ کر سونے والا جب سحری کو اٹھ جائے تو اس حدیث کی رو سے وہ نفل نہیں پڑھ سکتا اور اگر نفل پڑھنے لگے اور آخر میں پھر وِتر پڑھے تو پہلی حدیث کے خلاف ہو جاتا ہے کہ اس نے ایک رات میں دو دفعہ وِتر پڑھ لئے، لہذا ان کے نزدیک ایسے شخص کو پہلے پڑھے ہوئے وِتر توڑ دینے چاہییں۔

قائلینِ عدمِ نقض: جبکہ صحابہ کی دوسری جماعت جو اس بات کی قائل ہے کہ ایسا شخص صرف نفل ہی پڑھتا رہے، اسے دوبارہ وِتر پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔صحابہ کی اس جماعت کا مذہب ہی راجح ہے، کیونکہ اکثر اہلِ علم اسی کے قائل ہیں، چاروں آئمہ کا بھی یہی مسلک ہے۔سفیان ثوری اور ابن المبارک

---

(۱۳۷)۔شرح السنہ ۴/ ۹۳۔۹۴ و تحقیقہ و صحّحہ محققوہ و حسنہ الحافظ فی الفتح ۴۸۱/۲ دار الإفتاء

(۱۳۸)۔بخاری مع الفتح ۴۸۸/۲

بھی اسی کے قائل ہیں۔امام ترمذی نے اسے ہی اختیار کیا ہے۔ابن قدامہ نے المغنی میں اسے ہی راجح قرار دیا ہے اور علاّمہ مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں اسی کو مذہبِ مختار قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

﴿وَلَمْ اَجِدْ حَدِیْثاً مَرْفُوْعاً صَحِیْحاً یَدُلُّ عَلٰی ثُبُوْتِ نَقْضِ الْوِتْرِ﴾(۱۳۹)

مجھے ایسی کوئی مرفوع وصحیح حدیث نہیں ملی جو وِتروں کو توڑ کر جفت بنانے کے ثبوت پر دلالت کرتی ہو۔

نقضُ الوِتر کے قائلین کو عدمِ نقض کے قائلین کی طرف سے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں ، جن میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ خود نبی اکرم ﷺ سے وِتروں کے بعد دو رکعتیں پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نمازِ وِتر پڑھ چکنے کے بعد آپ ﷺ نے بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔(۱۴۰)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ بیانِ جواز کیلئے پڑھی تھیں اور ایک یا چند مرتبہ ایسا کیا ورنہ آپ ﷺ ان کی پابندی نہیں کرتے تھے۔(۱۴۱)

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وِتر کو رات کی آخری نماز بنانے والے ارشاد سے وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ استحباب ومذہب کا پتہ چلتا ہے کیونکہ جب رات کی نماز (تہجد) ہی فرض وواجب نہیں تو اس حدیث سے وِتر کو آخری نماز بنانا واجب کیسے ثابت ہوسکتا ہے لہٰذا جو شخص رات کے آخری حصہ میں اٹھ جائے وہ دوبارہ وِتر پڑھے بغیر نوافل پڑھ سکتا ہے۔(۱۴۲)

<u>قضاءِ وِتر</u>: اب رہی یہ بات کہ اگر کسی نے نمازِ وِتر اس نیت سے چھوڑ دی کہ رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھوں گا اور آخر میں وِتر ادا کرلوں گا، مگر وہ اٹھ نہ سکا، وِتر قضاء ہوگئے، تو وہ کب پڑھے؟

---

(۱۳۹)۔التحفہ ۲/۵۷۶ مدنی

(۱۴۰)۔مسلم، مسنداحمد، ترمذی، ابوداؤد ،نسائی وغیرہ، بحوالہ التحفہ ۲/۵۷۷، فتح الباری ۲/۴۸۰ والدارمی باسناد صحیح، کمافی تحقیق المشکاۃ ۱/۴۰۱۔

(۱۴۱)۔تفصیل کیلئے دیکھئے: تحفۃ الاحوذی ۵۷۷-۵۷۸ مدنی، نصب الرایہ ۲/۱۳۷، زادالمعاد ۱/۳۳۳، نیل الاوطار ۲/۳/۳۸، سبل السلام، صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ،الصحیحہ حدیث: ۱۹۹۳ کمافی الصفۃ وانظر مشکاۃ الالبانی ۱/۴۰۰۔۴۰۱، محلی ابن حزم بتحقیق احمد شاکر ۲/۳/۴۹، ۵۰ بیروت۔

(۱۴۲)۔تفصیل کیلئے: شرح السنہ ۴/۹۳-۹۵، تحفۃ الاحوذی ۲/۵۷۴-۵۷۷، فتح الباری ۲/۴۸۰-۴۸۱، نیل الاوطار ۲/۳/۱۴۵-۱۴۷، المغنی ۲/۱۶۳، عون المعبود ۴/۳۱۴-۳۱۵

اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تطوّع یعنی سنن ونوافل اور وِتر، قضاء ہو جائیں تو انہیں پڑھا جائے گا یا نہیں؟ اسمیں اہلِ علم کی پانچ آراء امام شوکانی نے ذکر کی ہیں۔(۱۴۳) راجح قول یہ ہے کہ ان کی قضاء بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ فجر کی دو سنتوں اور ظہر کی پہلی اور پچھلی سنتوں کی قضاء والی احادیث شاہد ہیں۔(۱۴۴)

لہٰذا سوئے رہنے یا بھول جانے کی شکل میں وِتروں کا وقت بتاتے ہوئے ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد اور مستدرک حاکم وغیرہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿مَنْ نَامَ عَنِ الْوِتْرِ اَوْنَسِیَه‘ فَلْیُصَلِّ اِذَا اَصْبَحَ اَوْذَکَرَه‘﴾(۱۴۵)

جو شخص وِتر سے سویا رہ جائے یا بھول جائے تو وہ انہیں صبح کے وقت یا پھر جب یاد آ جائے، پڑھ لے۔

تعدادِ رکعتِ وِتر: نمازِ وِتر کی رکعتوں کے بارے میں عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد تین ہے اور یہی زیادہ تر معمول بہ ہیں' جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے قول وعمل سے صحیح احادیث میں انکی تعداد صرف تین ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ سے صرف ایک وِتر بھی اور تین، پانچ، سات اور نو رکعتیں بھی ثابت ہیں اور اس سے زیادہ کا پتہ بھی چلتا ہے۔

ایک رکعت وِتر کی مشروعیّت: صرف ایک رکعت کے بارے میں صحیح بخاری ومسلم اور سُننِ اربعہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ رات کی نماز (تہجد) کیسے ہے؟

تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿صَلوٰةُ اللَّیْلِ مَثْنیٰ مَثْنیٰ فَاِذَاخِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ﴾(۱۴۶)

رات کی نماز دو دو رکعتیں کر کے ہے اور جب تمہیں صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت وِتر پڑھ لو۔

---

(۱۴۳)۔النیل ۲/۳/۲۶

(۱۴۴)۔النیل ۲/۳/۲۶، زادالمعادو تحقیقه ۱/۳۰۹، الضعیفه للالبانی ۲/۳۵۲' الارواء ۲/۱۸۸' ۱/۲۹۴' محلی ابن حزم ۱/۲/۲۹۴' ۲/۳/۲۔۶' نصب الرایة ۲/۱۵۷-۱۶۰

(۱۴۵)۔ترمذی مع التحفه ۲/۵۶۸ تحفه ۲/۵۶۸۔۵۷۰ مدنی، المشکاة ۱/۳۹۷۔۳۹۹۔الارواء ۲/۱۵۳' نیل الاوطار ۲/۳/۴۷۔۴۸ بذل المجهود ۷/۳۳۴ طبع ثالث بیروت

(۱۴۶)۔رواہ الجماعة' النیل ۲/۳/۳۱' مشکاة ۱/۳۹۴

اسی طرح ابوداؤد،نسائی اور ابن ماجہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ وِتر ہر مسلمان پر حق (ثابت) ہے، جوشخص پانچ رکعتیں پڑھنا چاہے وہ پانچ پڑھ لے، جوشخص تین وِتر پڑھنا پسند کرے وہ تین پڑھ لے:

﴿وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّوتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ﴾(۱۴۷) جوشخص صرف ایک ہی وِتر پڑھنا چاہے تو وہ ایک ہی پڑھ لے۔

ایسے ہی صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿اَلْوِتْرُ رَكْعَةٌ فِيْ آخِرِ اللَّيْلِ﴾ (۱۴۸) وِتر رات کے آخری حصہ میں ایک رکعت ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکوران ارشادات کے علاوہ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار سے بھی وِتر کی ایک رکعت کا ثبوت ملتا ہے مثلاً صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک رکعت وِتر پڑھا؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿اَصَابَ فَاِنَّهٗ فَقِيْهٌ﴾ ان کا عمل مبنی بر صواب و صحیح ہے اور بلا شبہ وہ فقیہہ شخص ہیں۔

بخاری شریف میں ہی ایک روایت میں ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وِتر پڑھی، اس وقت انکے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک شخص موجود تھا۔ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور انہیں (ایک رکعت وِتر پڑھنے کی) خبر دی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

---

(۱۴۷)۔مشکاۃ وصحّحہ ۳۹۶/۱‘ نیل الاوطار ۲۹/۳/۲۔۳۰

(۱۴۸)۔نیل الاوطار ۳۳/۳/۲‘ تحفۃ الاحوذی ۵۵۶/۲ مدنی

﴿دَعْهُ ‘فَاِنَّه‘ قَدْصَحِبَ النَّبِیَّ ﷺ﴾ (۱۴۹)

انکے اس فعل کو (شک کی نظر سے دیکھنا) چھوڑیں، کیونکہ وہ تو نبی ﷺ کے شرف صحابیّت سے سرفراز ہیں۔

اسی طرح حسن سند کے ساتھ دارقطنی وطحاوی میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک وِتر پڑھنا اور طحاوی میں حسن سند کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ایک وِتر پڑھنا اور قیام اللیل مروزی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک وِتر پڑھنا۔اسی طرح حضرت معاذ بن جبل، ابودرداء، فضالہ بن عبید اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کا ایک وِتر پڑھنا ثابت ہے۔(۱۵۰)

امام شوکانی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء امت کے نزدیک ایک رکعت وِتر مشروع ہے اور علاّمہ عراقی سے نقل کرتے ہوئے کثیر صحابہ کے نام ذکر کئے ہیں جو ایک رکعت وِتر پڑھا کرتے تھے ان میں چاروں خلفاء راشدین کے علاوہ پندرہ نام اور بھی ہیں۔اسی طرح تابعین میں سے حسن بصری، ابن سیرین اور عطاء وغیر ہیں اور آئمہ میں سے امام احمد، مالک، شافعی، اوزاعی، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، داؤد اور ابن حزم سب ایک رکعت کی مشروعیت کے قائل ہیں۔(۱۵۱)

یہاں ایک اور بات کی وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ صحیح بخاری ومسلم اور سنن میں مذکور ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿فَاِذَاخِفْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ﴾ (۱۵۲)

جب صبح ہوجانے سے ڈر جاؤ تو وِتر کی ایک رکعت پڑھ لو۔

یا پھر:

﴿فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُکُمُ الصُّبْحَ صَلّٰی رَکْعَةً وَاحِدَةً تُوْتِرُ لَه‘ مَاقَدْ صَلّٰی﴾ (۱۵۳)

اگر کوئی صبح ہوجانے کا خدشہ محسوس کرے تو ایک رکعت پڑھ لے وہ پہلی پڑھی رکعتوں کو وِتر بنادے گی۔

---

(۱۴۹)۔مشکاۃ ۳۹۹/۱ محقق

(۱۵۰)۔راجع للتفصیل التحفہ مدنی

(۱۵۱)۔تحفۃ الاحوذی ۵۵۵/۲۔۵۵۷۔۵۵۸

(۱۵۲)۔حوالاجات گزر گئے ہیں۔

(۱۵۳)۔بخاری مشریف

اِس سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک رکعت وِتر کی اجازت شاید صرف اس شکل میں دی ہے جبکہ صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو ورنہ نہیں۔ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ''اندیشے کی قید'' والی حدیث میں پائے جانے والے اس اشکال یا اعتراض کا حل خود بخاری شریف کی ہی ایک اگلی حدیث میں مذکور ہے، جسمیں ارشادِ نبوی ﷺ کے الفاظ ہیں:

﴿فَإِذَا أَرَدْتَّ اَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً﴾ (۱۵۴) — جب تو نماز سے پھرنا چاہے (یعنی نماز کو ختم کرنا چاہے) تو ایک رکعت وِتر پڑھ لو۔

اس حدیث کے الفاظ نے ایک رکعت وِتر کی مشروعیت میں اندیشے کی قید یا شرط کا ازالہ کر دیا اور واضح کر دیا کہ نمازی اپنی نماز کو مکمل کر کے جب بھی اپنی جگہ سے پھرنا چاہے تو ایک رکعت وِتر پڑھ سکتا ہے۔(۱۵۵)

تین رکعات: اب آیئے تین رکعت نمازِ وتر کے دلائل دیکھیں۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جس حدیث میں نبی ﷺ کے قیام اللیل کی رکعتوں کے حسن وطول کا ذکر کرتی ہیں، اسی حدیث میں ہے:

﴿ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا﴾ (۱۵۶) — پھر آپ ﷺ تین رکعات (وِتر) پڑھتے تھے۔

اسی طرح صحیح مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما، نبی ﷺ کے قیام اللیل کے ذکر میں فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ﴾ (۱۵۷) — پھر آپ ﷺ نے تین وِتر پڑھے تھے۔

اسی طرح ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱۵۴)۔ بخاری مع الفتح ۴۷۸/۲

(۱۵۵)۔ ایک رکعت وِتر پر بتیراء ہونے کا اعتراض اور اس کا علمی رد نیل الاوطار ۳۲/۳/۲ ۔ ۳۳ طبع بیروت محلی ۳۳ طبع بیروت محلی ابن حزم ۵۴/۳/۲ طبع بیروت بتحقیق احمد شاکر میں دیکھیں۔

(۱۵۶)۔ بخاری مع الفتح ۳۳/۳، تحفۃ الأحوذی ۵۴۹/۲، النیل ۳۵/۳/۲

﴿وَمَنْ أَحَبَّ اَنْ يُّوتِرَ بِثَلاثٍ فَلْيَفْعَلْ.﴾ (۱۵۸)

اور جو شخص تین وِتر پڑھنا چاہے وہ تین پڑھ لے۔

پانچ رکعات: نبی اکرم ﷺ سے وِتروں کی پانچ رکعتیں بھی ثابت ہیں جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْ ذَالِكَ بِخَمْسٍ وَلَا يَجْلِسُ فِيْ شَيءٍ مِنْهُنَّ اِلَّافِي آخِرِهِنَّ﴾ (۱۵۹)

نبی اکرم ﷺ رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور ان میں سے پانچ وتر ہوتے۔ اور آپ ﷺ ان (پانچ وِتروں) کے مابین نہیں بیٹھتے تھے بلکہ صرف آخر میں ایک ہی تشہّد بیٹھتے تھے۔

سات رکعات: بعض احادیث میں وِتر کی پانچ رکعتوں کے علاوہ سات رکعتوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ابوداؤد، نسائی، اور ابن ماجہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں تو پانچ، تین اور ایک رکعت کا ذکر ہے۔ (۱۶۰)

جبکہ نسائی و ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ بِسَبْعٍ وَخَمْسٍ وَلَايَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلامٍ وَلاَ كَلامٍ﴾ (۱۶۱)

نبی ﷺ کبھی سات اور کبھی پانچ وِتر بھی پڑھتے تھے اور ان سب کے درمیان میں سلام اور کلام سے فصل نہیں کرتے تھے۔

یعنی پانچوں یا ساتوں رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھتے تھے۔ وِتر کی پانچ اور سات رکعتوں کی مشروعیّت کا پتہ دینے والی اور بھی کئی احادیث ہیں۔ (۱۶۲)

---

(۱۵۸)۔ مشکاۃ ۳۹۶/۱ وصحّحہ، النیل ۲/۳/۲۹-۳۰۔

(۱۵۹)۔ نیل الاوطار ۳۶/۳/۲ شرح السنہ ۴/۷۷-۷۸، مشکاۃ ۳۹۴/۱

(۱۶۰)۔ مشکاۃ ۳۹۶/۱ وصحّحہ، نیل الاورطار ۲/۳/۲۹

(۱۶۱)۔ نیل الاوطار ۲/۳/۳۶

(۱۶۲)۔ انظر النیل ۲/۳/۳۷۔

نو رکعات: صحیح مسلم وابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور بعض دیگر صحابہ سے ایسی روایات بھی مذکور ہیں جن سے نو وِتروں کی مشروعیّت کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے لئے پانی اور مسواک تیار کر کے رکھتے اور آپ ﷺ کو جب اللہ چاہتا، نیند سے بیدار کر دیتا، تب آپ ﷺ مسواک کر کے وضوء کرتے۔

﴿وَيُصَلِّي تِسعَ رَكعَاتٍ لَايَجلِس فِيهَا اِلَّافِي الثَّامِنَةِ﴾ اور آپ ﷺ دو رکعتیں اسطرح پڑھتے کہ انکے مابین صرف آٹھویں رکعت کے بعد تشہّد کیلئے بیٹھتے۔

اس قعدہ میں آپ ﷺ ذکر الٰہی اور تحمید بیان کرتے اور اللہ سے دعا کرتے، پھر سلام پھیرے بغیر ہی (نویں رکعت کیلئے) کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت پڑھ کر آپ قعدہ ثانیہ (تشہّد اخیر) کیلئے بیٹھتے، اس قعدہ میں پھر آپ ﷺ ذکرِ الٰہی وتحمیدِ باری تعالیٰ کے علاوہ دعاء کرتے، پھر آپ ﷺ (کچھ آواز کے ساتھ اسطرح) سلام پھیرتے کہ ہمیں سلام سنا دیتے تھے۔ اسی حدیث میں آگے یہ بھی مذکور ہے کہ جب پھر آپ ﷺ عمر رسیدہ ہوگئے اور گوشت کچھ بڑھ گیا تو پھر آپ ﷺ سات وِتر پڑھتے تھے۔(۱۶۳)

گیارہ رکعات وِتر: ترمذی شریف میں امام ترمذیؒ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے وِتروں کی تیرہ گیارہ، نو، سات، پانچ، تین اور ایک رکعت مروی ہیں۔(۱۶۴)

الغرض جو صاحب جتنی رکعتیں پڑھنا چاہے اسے اختیار ہے۔ بخاری ومسلم کی صحیح احادیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ عموماً گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے تیرہ رکعتوں والی حدیث کے بارے میں حافظ ابن حجر وغیرہ شارحین نے لکھا ہے کہ ان میں دو رکعتیں وہ ہیں جن سے آپ ﷺ قیام اللیل کا افتتاح فرمایا کرتے تھے یا پھر عشاء کی دو سنّتیں ہیں کیونکہ وہ بھی آپ ﷺ گھر جا کر ہی پڑھا کرتے تھے۔(۱۶۵)

(۱۶۳)۔النیل ۲/۳/۲۷ ،شرح السنہ۸۰/۴، الفتح الربانی ۲۹۷/۴-۲۹۸
(۱۶۴)۔الترمذی مع التحفہ ۵۴۵/۲ مدنی،مستدرک حاکم ۳۰۶/۱ وقال: واصحہا وِترہ (ص) برکعتہ واحدۃ،انظر: قیام اللیل للمروزی ص۸۸،فتح الباری ۲/۴۷۹-۴۸۰
(۱۶۵)۔فتح الباری۴۸۴/۲،الفتح الربانی ۴/۲۷۹-۲۹۹

وِتروں (اور تہجّد) کی ادائیگی کا طریقہ: علّامہ ابن حزمؒ نے اپنی شہرۂ آفاق تحقیقی کتاب "المحلّٰی" میں لکھا ہے کہ وِتر و تہجد کی ادائیگی کی تیرہ مختلف شکلیں ہیں اور ان میں سے جسطرح بھی کوئی پڑھ لے، جائز ہے اور لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک سب سے افضل شکل یہ ہے:

۱۔ پہلا طریقہ: ہم پہلے دو دو کر کے بارہ رکعتیں پڑھیں اور ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیں اور آخر میں ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر لیں۔ جیسا کہ بخاری و مسلم اور ابوداؤد وغیرہ میں مذکور حدیثِ ابن عمر اور حدیثِ عایشہ رضی اللہ عنہم میں ہے۔(۱۶۶)

۲۔ دوسرا طریقہ: پہلے آٹھ رکعتیں اسطرح پڑھے کہ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے، پھر ایک ہی تشہّد اور ایک ہی سلام سے مسلسل پانچ رکعتیں پڑھے، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں مذکور ہے۔(۱۶۷)

۳۔ تیسرا طریقہ: دس رکعتیں دو دو کر کے پڑھے اور ہر دو کے بعد سلام پھر دے اور پھر ایک رکعت پڑھ لے جیسا کہ بخاری مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے۔(۱۶۸)

۴۔ چوتھا طریقہ: پہلے آٹھ رکعتیں پڑھے اور ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے، پھر ایک وِتر پڑھ لے جیسا کہ صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔(۱۶۹)

۵۔ پانچواں طریقہ: آٹھ رکعتیں اسطرح پڑھے کہ ان کے درمیان میں تشہّد کیلئے نہ بیٹھے اور آٹھ رکعتیں مکمل کر کے تشہّدِ اول یا قعدۂ اولیٰ کرے مگر سلام نہ پھیرے بلکہ تشہّدِ اول پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور نویں رکعت مکمل کرے، پھر بیٹھ کر تشہّد درود و سلام اور دعاء کے بعد سلام پھیر دے۔ جیسا کہ صحیح مسلم، ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔(۱۷۰)

۶۔ چھٹا طریقہ: چھ رکعتیں پڑھے، جن میں سے ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر لے اور پھر ایک رکعت پڑھ لے جیسا کہ صحاح ستہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے پتہ چلتا ہے۔(۱۷۱)

(۱۶۶)۔المحلّٰی ۲/ ۳/ ۴۲، النیل ۲/ ۳/ ۳۱
(۱۶۷)۔المحلّٰی ۲/ ۳/ ۴۲، النیل ۲/ ۳/ ۳۶، شرح السنہ ۴/ ۷۷۔۷۸
(۱۶۸)۔المحلّٰی ص ۴۳ والنیل ص ۳۳
(۱۶۹)۔المحلّٰی ایضاً والنیل ص ۳۱ وشرح السنہ ۴/ ۸۵ عن عائشہ رضی اللہ عنہا
(۱۷۰)۔المحلّٰی ص ۴۴، النیل ص ۳۷، شرح السنہ ۴/ ۸۰
(۱۷۱)۔المحلّٰی ص ۴۵، النیل ص ۳۱، شرح السنہ ۴/ ۷۸

۷۔ساتواں طریقہ: سات رکعتیں اسطرح ادا کرے کہ چھٹی رکعت مکمل کرنے سے پہلے تشہّد نہ بیٹھے اور چھٹی کے مکمل کرنے پر تشہّدِ اول کیلئے بیٹھے اور سلام پھیرے بغیر ہی ساتویں رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے اور اسے مکمل کر کے تشہّد، درود و سلام اور دعا کیلئے بیٹھے اور دعا سے فارغ ہو کر سلام پھیر دے جیسا کہ ابو داؤد اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے۔(۱۷۲)

۸۔آٹھواں طریقہ: سات رکعتیں اس طرح پڑھے کے ان کے مابین تشہّد کے لئے نہ بیٹھے اور جب ساتوں رکعتیں پڑھ لے تو پھر تشہّد درود و سلام اور دعاء کے بعد سلام پھیر دے جیسا کہ نسائی شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسکا یہ طریقہ ذکر کیا ہے۔(۱۷۳)

۹۔نواں طریقہ: چار رکعتیں پڑھے اور ان میں سے ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے اور پھر ایک رکعت وِتر پڑھ لے، جیسا کہ صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث سے پتہ چلتا ہے۔(۱۷۴)

۱۰۔دسواں طریقہ: پانچ رکعتیں اسطرح پڑھے کہ انکے مابین کوئی قعدہ و تشہّد نہ ہو اور پانچویں رکعت مکمل کر کے آخر میں تشہّد، درود وسلام اور دعاء کرے پھر سلام پھیر دے جیسا کہ بخاری و مسلم اور نسائی وغیرہ میں مذکور حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم ہوتا ہے۔(۱۷۵)

۱۱۔۱۲گیارہواں اور بارہواں طریقہ: تین رکعتوں کے بارے میں ہے، جو کہ کچھ تفصیل طلب ہے اور وہ تفصیل آگے الگ عنوان کے تحت ذکر کر رہے ہیں۔

۱۳۔تیرہواں طریقہ: صرف ایک ہی رکعت پڑھ کر تشہّد کے بعد سلام پھیر لیں، جیسا صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مشترکہ روایت میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿اَلْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ﴾(۱۷٦) — نمازِ وِتر رات کے آخری حصہ میں ایک رکعت ہے۔

(۱۷۲)۔المحلّٰی ص۴۵، النیل ۳/۲/۳۷، شرح السنہ ۴/۸۰
(۱۷۳)۔المحلّٰی ص۴۵۔۴٦، النیل ص ۳۷۔۳۸
(۱۷۴)۔المحلّٰی ٦ ۱۴٦، النیل ص۳۱
(۱۷۵)۔المحلّٰی ص٦۴، النیل ص٦۳، شرح السنہ ۴/۷۸
(۱۷٦)۔المحلّٰی ص۴۸، النیل ص۳۳

یادرہے کہ یہ تیرہ (۱۳) شکلیں وِتر وتہجد کی مشترکہ شکلیں ہیں اور یہی قیام اللیل وصلاۃ اللیل بھی کہلاتی ہیں اور تغلیباً انہیں ہی صلوۃ الوِتر کہا جاتا ہے۔(۱۷۷)

تین وِتر پڑھنے کے تین طریقے

ا۔پہلا طریقہ: وِتروں کی تین رکعتیں پڑھنے کے مختلف طریقے احادیث میں مذکور ہیں، جن میں سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ ان تین میں سے پہلے دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر لیا جائے اور پھر ایک رکعت پڑھی جائے، جسمیں دعائے قنوت ہو۔

ان عرب ممالک میں زیادہ تر یہی طریقہ رائج ہے جیسا کہ رمضان المبارک میں باجماعت نمازِ تراویح پڑھنے والوں پر مخفی نہیں۔ یہ طریقہ خود نبی اکرم ﷺ کے قول وعمل سے ثابت ہے۔ جیسا کہ بخاری ومسلم اور ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ رات کی نماز دو دو رکعتیں کر کے پڑھتے تھے اور (آخر میں) ایک رکعت وِتر پڑھتے۔(۱۷۸)

اسی طرح بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ رات کو گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیتے اور (آخر میں) ایک وتر پڑھتے، ان احادیث سے تین وِتروں کے مابین دو کے بعد سلام پھیر کر فصل کرنے کی دلیل لی گئی ہے، جبکہ صحیح ابن حبان، مسند احمد، صحیح ابن السکن اور طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے واضح طور پر مروی ہے:

﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْصِلُ بَيْنَ الْوِتْرِ وَ الشَّفْعِ بِتَسْلِيْمَةٍ وَيُسْمِعُنَاهَا.﴾ (۱۷۹)

نبی ﷺ سلام پھیر کر، دو اور ایک وِتر میں فصل کیا کرتے تھے اور سلام کی آواز ہمیں سناتے تھے۔

ابن ابی شیبہ میں بخاری ومسلم کی شرط پر پوری اترنے والی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یوں ہیں:

---

(۱۷۷)۔شرح السنۃ ۴/۷۹

(۱۷۸)۔بحوالہ التحفۃ ۲/۵۵۵

(۱۷۹)۔بحوالہ التحفۃ ایضاً ۲/۵۵۷

﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُوْتِرُ بِرَکْعَةٍ یَتَکَلَّمُ بَیْنَ الرَّکْعَتَیْنِ وَالرَّکْعَةِ.﴾ (۱۸۰)

نبی ﷺ (رات کی نماز کو) ایک رکعت کے ساتھ وِتر کرتے تھے اور دو رکعتوں اور ایک رکعت کے مابین کلام کر لیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح دو رکعتیں اور پھر ایک رکعت الگ الگ کر کے پڑھا کرتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری اور مؤطا امام مالک میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

﴿کَانَ یُسَلِّمُ بَیْنَ الرَّکْعَةِ وَالرَّکْعَتَیْنِ فِی الْوِتْرِ حَتّٰی یَاْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهٖ.﴾ (۱۸۱)

وہ وِتروں کی دو رکعتوں اور ایک رکعت کے مابین سلام پھیرا کرتے تھے، حتیٰ کہ اپنے کسی کام کا حکم دیں۔

اسی طرح ہی سنن سعید بن منصور اور معانی الآثار طحاوی میں بھی مذکور ہے اور امام طحاوی کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی:

﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَفْعَلُهٗ﴾ (۱۸۲)

کہ نبی ﷺ ایسے ہی کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر و حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ کا یہی مذہب ہے۔(۱۸۳)

۲۔دوسرا و تیسرا طریقہ: تین وِتر پڑھنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان تینوں رکعتوں کے مابین سلام نہ پھیرے، بلکہ انہیں ایک ہی سلام سے پڑھے۔ اور اسکے آگے پھر دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ ان تینوں رکعتوں کو ایک سلام اور ایک ہی تشہّد سے پڑھے اور دوسرا یہ کہ ایک سلام مگر دو تشہّد سے پڑھے۔

ایک ہی تشہّد کے ساتھ پڑھنے کی دلیل مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے، جسمیں ہے:

---

(۱۸۰)۔الارواء ۲/۱۵۰، ابن حبان حدیث ۶۷۸ من الموارد وقواہ الحافظ فی الفتح ۲/۴۸۲

(۱۸۱)۔بخاری مع الفتح ۲/۴۷۷، الارواء ۲/۱۴۹

(۱۸۲)۔فتح الباری ۲/۸۲ والنیل ۲/۳/۳۳

(۱۸۳)۔المغنی ۲/۱۵۷، شرح السنہ ۴/۸۳

﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يَقْعُدُ اِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ﴾(۱۸۴)

نبی ﷺ تین وِتر اسطرح پڑھتے تھے کہ ان میں آخری رکعت کے سوا تشہّد کیلئے نہیں بیٹھتے تھے۔

امیر المؤمنین حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ اور اہلِ مدینہ کا عمل اسی پر ہے اور حافظ ابن حجر کے بقول کئی سلفِ امت نے تین رکعتیں ایک تشہّد سے پڑھی ہیں اور آگے متعدد روایات بھی نقل کی ہیں۔(۱۸۵)

صرف ایک تشہّد سے تین وِتر پڑھنے کے جواز کی تائید بخاری و مسلم کی ان احادیث سے بھی ہوتی ہے، جن میں نبی ﷺ کے پانچ اور سات وِتروں کو ایک ہی تشہّد سے پڑھنے کا ذکر ہے۔(۱۸۶)

تین رکعتوں کو ایک سلام مگر دو تشہّدوں سے ادا کرنے کی دلیل علّامہ ابن حزم نے المحلّی میں اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے جو کہ نسائی شریف، مستدرک حاکم اور بیہقی میں بھی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ﴾

نبی ﷺ وِتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرا کرتے تھے۔

بظاہر تو یہ حدیث بھی ایک تشہّد وسلام سے تین وِتر پڑھنے والوں کی واضح دلیل ہے اس سے دو تشہّدوں کا ثبوت کیسے مل گیا؟(۱۸۷)۔ واللہ اعلم

مستدرک حاکم کے الفاظ ہیں:

﴿يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ.﴾(۱۸۸)

آپ ﷺ تین وِتر پڑھتے اور صرف انکے آخر میں ہی سلام پھیرتے۔

---

(۱۸۴)۔الفتح الربانی ۲۹۴/۴ فی الشرح، التحفہ ۵۵۳/۲

(۱۸۵)۔انظر فتح الباری ۴۸۱/۲

(۱۸۶)۔مشکاۃ ۳۹۴/۱

(۱۸۷)۔ للتفصیل المرعاۃ ۲۰۱/۳۔۲۰۲

(۱۸۸)۔شرح السنہ وخاصۃً تحقیقہ ۸۳/۴۔۸۴ المحلّی ۴۸/۳/۲

امام احمدؒ نے فصل ووصل دونوں کو صحیح قرار دیا ہے مگر فصل کی احادیث کو اصحّ واثبت واکثر کہا ہے اور اسے ہی اختیار کیا ہے۔(۱۸۹)

امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ دو رکعتوں اور تیسری میں تشہّد وسلام سے فصل کرنا تینوں کو وصل سے پڑھنے کی نسبت افضل ہے۔(۱۹۰)

رکعاتِ وِتر میں قراءت: نمازِ وِتر کی تینوں رکعتوں میں ہی سورہ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کی کوئی چھوٹی سورت یا کسی بڑی سورت کا کوئی حصہ پڑھنا ہوتا ہے اور اسکی پابندی تو کوئی نہیں کہ کون کون سی سورتیں یا کن سورتوں کا کونسا حصہ پڑھا جائے؟

البتہ نبی اکرم ﷺ سے ان رکعتوں میں بعض سورتوں کی قراءت ثابت ہے اگر ان پر عمل کیا جائے تو مسنون ومستحب اور زیادہ ثواب کا موجب ہے، چنانچہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ترمذی ودارمی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اور مستدرک حاکم میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ وِتروں کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اعلیٰ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَ عْلَیٰ﴾ دوسری رکعت میں سورہ کافرون۔ ﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ﴾ اور تیسری رکعت میں سورہ اخلاص ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ پڑھا کرتے تھے۔(۱۹۱)

دارقطنی، طحاوی اور مستدرک حاکم کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ تیسری رکعتِ وِتر میں ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ کے ساتھ ہی ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ بھی پڑھا کرتے تھے۔(۱۹۲)

(معوّذتَین) کے اس اضافے پر بعض محدّثین نے کلام کیا ہے، لیکن امام حاکم نے اس اضافے والی حدیث کو نہ صرف صحیح کہا ہے بلکہ اسکو بخاری ومسلم کی شرط پر پوری اترنے والی قرار دیا ہے لہٰذا کبھی کبھی (مُعَوِّذَتَین) کا تیسری رکعت میں اضافہ کرنا بھی جائز ہے۔(۱۹۳)

(۱۸۹)۔الفتح الربانی ۲۹۵/۴۔۳۰۳، زادالمعاد ۳۳۰/۱ (۱۹۰)۔للتفصیل: المرعاۃ ۲۰۰/۳
(۱۹۱)۔شرح السنہ وتحقیقہ ۹۸/۴۔۹۹، نیل الاوطار ۴۲/۳/۲، الفتح الربانی ۳۰۵/۴
(۱۹۲)۔شرح السنہ ۹۹/۴
(۱۹۳)۔للتفصیل التحفہ ۵۶۰/۲۔۵۶۱، صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ للالبانی

مسند احمد ونسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ نمازِ وتر کا سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ تین مرتبہ یہ ذکر فرمایا کرتے تھے:

﴿سُبْحَانَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ﴾ (۱۹۴) پاک ہے وہ بادشاہ، صاحبِ تقدّس

مسند احمد ونسائی میں یہ بھی مذکور ہے کہ تیسری مرتبہ یہ کلمات بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ مسند احمد میں اس ذکر کی یہ کیفیت بھی مذکور ہے کہ آپ ﷺ آخری لفظ الْقُدُّوْسُ کو لمبا کھینچ کر پڑھتے (۱۹۵)۔

دارقطنی میں ان الفاظ کے بعد یہ کہنا بھی ثابت ہے:

﴿رَبُّ الْمَلَآئِکَةِ وَالرُّوْحِ﴾ (۱۹۶) فرشتوں اور جبرائیل کا پروردگار۔

دعائے قنوت کا مقام ومحل: اس سلسلہ میں دو طرح کی احادیث ملتی ہیں اور آئمہ وفقہاء بلکہ صحابہ کی بھی دو ہی جماعتیں ہیں۔

قبل از رکوع: ایک جماعت کا قول ہے کہ دعائے قنوت کا مقام سورہ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھ چکنے کے بعد اور رکوع جانے سے پہلے ہے، جبکہ دوسروں کا کہنا ہے کہ رکوع سے فارغ ہو کر (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ) مکمل دعاء پڑھنے کے بعد دعائے قنوت کا مقام ہے۔ قبل از رکوع والوں کا استدلال متعدد احادیث وآثار سے ہے۔

احادیث رسول ﷺ

۱۔ نسائی وابن ماجہ کی حدیث ہے، جسمیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقْنُتُ قَبْلَ الرَّکُوْعِ﴾ (۱۹۷) نبی ﷺ رکوع جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ وِتر میں دعائے قنوت کے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

(۱۹۴)۔شرح السنہ ۹۸/۴، الفتح الربانی ۳۰۵/۴، النیل ۴۲/۳/۲

(۱۹۵)۔الفتح الربانی ۳۰۵/۴ وشرحہ

(۱۹۶)۔تحقیق زادالمعاد ۳۳۲/۱ وصحّحہ،

(۱۹۷)۔الارواء ۱۶۷/۲ وصحّحہ، النیل ۴۴/۳/۲ وحسنہ، زادالمعاد ۳۳۴/۱، ابن ماجہ حدیث:۱۱۸۲، دارقطنی ۳۱/۲، بیہقی ۴۱/۳

﴿عَلَّمَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ أَقُوْلَ اِذَا فَرَغْتُ مِنْ قِرَاءَتِي فِي الْوِتْرِ.﴾ (۱۹۸)

مجھے نبی اکرم ﷺ نے دعائے قنوت سکھائی کہ میں وِتر ادا کرتے وقت جب قراءت سے فارغ ہو جاؤں تو اسے پڑھوں۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کے ہاں رات بسر کی تاکہ وِتر میں آپ ﷺ کی دعائے قنوت کا مشاہدہ کروں تو آپ ﷺ نے رکوع سے پہلے دعاء فرمائی۔(۱۹۹)

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خود مشاہدہ کرنے کے بعد اپنی والدہ ام عبد کو ازواجِ مطہرات کے پاس اس مسئلہ کی تحقیق کیلئے بھیجا، تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ آپ ﷺ نے وِتر میں رکوع سے پہلے دعاء فرمائی۔(۲۰۰)

یہ روایت صرف بطورِ تائید پیش کی گئی ہے۔اس لئے ہم اس کی جرح وتعدیل کو نظر انداز کرتے ہیں۔(۲۰۱)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے تین وِتر ادا کئے اور رکوع سے پہلے دعائے قنوت فرمائی(۲۰۲) یہ مختلف فیہ روایت بطورِ تائید واستشہاد پیش کی گئی ہے۔

۶۔ عاصم الاحول کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نماز میں قنوت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے ہے۔پھر میں نے کہا کہ فلاں شخص آپ سے بیان کرتا ہے کہ رکوع کے بعد ہے، آپ نے جواباً کہا کہ وہ غلط کہتا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے رکوع کے بعد صرف ایک ماہ قنوت فرمائی۔یہ اس وقت ہوا، جب مشرکین نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے ستّر قُرّاء کو شہید کر دیا تھا تو آپ ﷺ نے رکوع کے بعد صرف ایک ماہ ان پر بددعاء فرمائی۔(۲۰۳)

اس روایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہنگامی حالات کے پیشِ نظر جو دعاء کی جائے، وہ رکوع کے بعد ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جس قنوت کو رکوع سے پہلے بیان کیا۔وہ ہنگامی حالات کے

(۱۹۸)۔کتاب التوحید لابن مندہ ۹۱/۲
(۱۹۹)۔دار قطنی ۳۲/۲
(۲۰۰)۔مصنف ابن ابی شیبہ ۳۰۳/۲
(۲۰۱)۔نصب الرایۃ ۱۲۴/۲، الجوہر النقی ۴۱/۳
(۲۰۲)۔بیہقی ۴۱/۳
(۲۰۳)۔بخاری شریف

پیش نظر نہیں بلکہ وہ قنوتِ وِتر ہے۔ کیونکہ جو قنوت ہنگامی حالات کے پیشِ نظر نہیں، بلکہ عام حالات میں مانگی جاتی ہے وہ صرف قنوتِ وِتر ہے۔ (۲۰۴)

ان روایات اور شواہد کا تقاضا ہے کہ نمازِ وِتر میں قنوت، رکوع سے پہلے ہونی چاہیئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی قنوتِ وِتر قبل از رکوع ثابت ہے۔

آثارِ صحابہ : ابن المنذر نے صحابہ میں سے حضرت ابن عمر، علی، ابن مسعود، ابوموسی اشعری، انس بن مالک، براء بن عازب، ابن عباس رضی اللہ عنہم، عمر بن عبدالعزیزؒ، عبیدہؒ، حمید الطّویلؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ سب رکوع سے قبل قنوت پڑھنے کے قائل تھے۔ (۲۰۵)

ان روایات کے علاوہ کچھ آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وِتر میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جاتی تھی۔

ا۔ اسود بن یزید بیان کرتے ہیں:

﴿اَنَّ ابْنَ عُمَرؓ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّكُوعِ.﴾ (۲۰۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وِتر میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت فرمائی۔

ب۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق راوی بیان کرتا ہے:

﴿يَقْنُتُ فِى الْوِتْرِ كُلَّ لَيْلَةٍ قَبْلَ الرَّكُوعِ.﴾ (۲۰۷)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر رات رکوع سے پہلے دعائے قنوت کرتے تھے۔

ابوبکر بن ابی شیبہ اس روایت کے بعد فرماتے ہیں:

﴿هٰذَا الْقَوْلُ عِنْدَنَا﴾ (۲۰۸)

یہی بات ہمارے نزدیک معتبر ہے۔

---

(۲۰۴) ارواء الغلیل ۱۶۱/۳

(۲۰۵)۔ الجوھر النقی ۴۱/۳

(۲۰۶)۔ تحقیق زاد المعاد ۳۳۲/۱ وصحّحہ

(۲۰۷)۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۳۰۶/۲

ج۔ حضرت علقمہ بیان کرتے ہیں:

﴿اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَاَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کَانُوْا یَقْنُتُوْنَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّکُوْعِ.﴾(۲۰۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم ﷺ کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتر میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، ابن المبارکؒ اور اسحاق بن راھویہؒ کا یہی مذہب (دعائے قنوت قبل از رکوع) ہے۔

دعاءِ قنوت بعد از رکوع: بعد از رکوع دعائے قنوت بھی ثابت ہے، امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں یہ باب باندھا ہے ﴿بَابُ الْقُنُوْتِ قَبْلَ الرَّکُوْعِ وَبَعْدَہٗ﴾ یعنی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دعائے قنوت کا بیان۔

اس باب کے تحت چار (۴) حدیثیں ذکر کی ہیں جن سے دعائے قنوت کے دونوں جگہ روا ہونے پر استدلال کیا ہے، قنوتِ نازلہ جو اجتماعی مصائب کے وقت دعائیں کی جاتی ہیں ان میں تو صحیح بخاری و مسلم سمیت تمام کتبِ حدیث میں رکوع کے بعد دعائے قنوت ثابت ہے۔(۲۱۰)

۵۔ مستدرک حاکم اور بیہقی میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، جسمیں وتر میں بھی قنوت کے بعد از رکوع ہونے کا ذکر ہے، چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ وِتْرِیْ اَنْ اَقُوْلَ اِذَا رَفَعْتُ رَأْسِیْ وَلَمْ یَبْقَ اِلَّا السُّجُوْدُ﴾(۲۱۱)

نبی ﷺ نے مجھے وتر میں مانگی جانے والی دعائے قنوت سکھلائی جو میں اس وقت کیا کروں جب میں (رکوع سے) سر اٹھاؤں اور (اس رکعت کے) سجدوں کے سواء کچھ باقی نہ بچا ہو۔

ا۔ اس روایت کے متعلق محدّثِ شہیر حضرت مولانا عبیداللہ رحمانی فرماتے ہیں:

---

(۲۰۸)۔حوالہ مذکورہ۔ (۲۰۹)۔مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۰۲

(۲۱۰)۔الارواء ۲/۱۶۰۔۱۶۴۔ (۲۱۱)۔حاکم ۳/۱۷۲، بیہقی ۳/۳۸، ۳۹، الارواء ۲/۱۶۸۔۱۶۹

''مجھے حاکم کی مذکورہ روایت کے یہ الفاظ محفوظ تسلیم کرنے میں تامل ہے''۔(۲۱۲)

ب۔ اسی طرح محدّث العصر علاّمہ ناصر الدین الالبانیؒ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

''مذکورہ روایت کے یہ الفاظ ثبوت کے لحاظ سے محلِ نظر ہیں''۔(۲۱۳)

ج۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ میں نے حافظ ابوبکر احمد بن حسین الاصفہانی کی مستخرج للحاکم کا دوسرا اجزء خود پڑھا ہے۔ وہاں یہ روایت اس سند کے ساتھ موجود ہے لیکن الفاظ اس روایت کے برعکس ہیں۔ وہاں موجود الفاظ یہ ہیں:

﴿اَنْ اَقُوْلَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّكُوْعِ﴾ (۲۱۴) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دعاء قنوت، وِتر میں رکوع سے پہلے پڑھوں.

د۔ حافظ ابن مندہ نے اس سند کے ساتھ اس روایت کو بیان کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿اَنْ اَقُوْلَ اِذَا فَرَغْتُ مِنْ قِرَاءَ تِيْ فِي الْوِتْرِ﴾ (۲۱۵) میں یہ دعاء اس وقت پڑھوں، جب قراءت سے فارغ ہو جاؤں۔

ھ۔ خود نبی اکرم ﷺ کا معمول اور عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اس روایت کے خلاف ہے۔ ان تمام روایات وآثار کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے۔

و۔ امام بیہقی نے بھی اس روایت کو مستدرک حاکم کی روایت کے مطابق نقل کیا ہے۔(۲۱۶)

لیکن شافعی المسلک ہونے کے باوجود محلِّ قنوت کی تعیین میں اس روایت پر اعتماد نہیں کیا۔ بلکہ قنوتِ نازلہ پر قیاس کا سہارا لیا ہے، فرماتے ہیں:

''ہم نمازِ فجر میں قنوت کے متعلق قابلِ اعتماد روایت پہلے نقل کر آئے ہیں کہ یہ دعائے قنوت رکوع کے بعد ہے اور قنوت وِتر کو اسی نمازِ فجر کی قنوت پر قیاس کیا جائے گا''۔(۲۱۷)

ان وجوہات کی بنا پر مستدرک حاکم کے مذکورہ الفاظ محلِّ نظر ٹھہرتے ہیں، اسی لئے انہیں غیر محفوظ قرار دیا گیا ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں: یہ صحیح ہے کہ نبی ﷺ نے رکوع سے قبل بھی دعائے قنوت پڑھی

(۲۱۲)۔مرعاۃ المفاتیح ۲۱۳/۳ (۲۱۳)۔ارواء الغلیل ۱۶۷/۲۔
(۲۱۴)۔التلخیص الحبیر ۲۴۹/۲ (۲۱۵)۔کتاب التوحید ابن مندہ ۱۹۱/۲
(۲۱۶)۔بیہقی ۳۹/۳ (۲۱۷)۔بیہقی ۳۹/۳

ہے۔لیکن رکوع کے بعد دعائے قنوت بیان کرنے والی احادیث کے راوی زیادہ تعداد میں اور حافظہ کے اعتبار سے بھی زیادہ ہیں لہذا یہ اولیٰ ہے اور مشہور واکثر روایات میں خلفاء راشدین کا عمل بھی بعد از رکوع دعائے قنوت کا ہی تھا۔(۲۱۸)

علاّمہ عراقی لکھتے ہیں کہ دعائے قنوت کے بعد از رکوع اولیٰ ہونے کو خلفاء راشدین کے فعل سے بھی تقویت ملتی ہے۔اوران احادیث سے بھی جن میں فجر میں رکوع کے بعد دعائے قنوت منقول ہوئی ہے۔

۶۔ امام مروزی نے قیام اللیل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے، جسمیں ہے:

﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقْنُتُ بَعْدَالرَّكْعَةِ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ حَتّٰى كَانَ عُثْمَانُ فَقَنَتَ قَبْلَ الرَّكْعَةِ لِيُدْرِكَ النَّاسَ.﴾(۲۱۹)

نبی ﷺ رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے اسی طرح ہی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے عہدِ خلافت میں وہ پڑھتے تھے اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو انہوں نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا شروع کردیا تاکہ لوگ مل جائیں۔

اس روایت میں وِتر کے متعلق دعاء قنوت کی تشریح نہیں ہے۔

یہ روایت تقریباً سات طرق سے مروی ہے، بیشتر طرق میں ﴿ صَلوٰةُالْفَجْرِ، صَلوٰةُ الصُّبحِ ،صَلوٰةُ الْغَدَاةِ﴾ کے الفاظ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نمازِ فجر سے متعلق ہے چنانچہ ابن ماجہ میں بھی ہے:

﴿سُئِلَ عَنِ الْقُنُوْتِ فِى صَلوٰةِ الصُّبْحِ ﴾ (۲۲۰)

آپ رضی اللہ عنہ سے نمازِ فجر میں قنوت کے متعلق سوال ہوا۔تو آپ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ جواب دیا۔

---

(۲۱۸)۔تحقیق زادالمعاد۱/۲۵۶' تحفۃ الاحوذی۲/۵۶۶۔

(۲۱۹)۔تحفۃ الاحوذی۲/۵۶۶' نیل الاوطار۲/۴۵' قال العراقی سندہ جید۔

(۲۲۰)۔ابن ماجہ حدیث نمبر:۱۱۸۳۔

متعدد آراء: الغرض قنوتِ وتر کے متعلق علمائے حدیث کی مندرجہ ذیل آراء ہیں:

۱۔ غیر ہنگامی (جیسے وِتر کی) دعاء کے متعلق حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

''قنوتِ وِتر کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے صحیح طور پر یہی ثابت ہے کہ رکوع سے پہلے ہے البتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اس سے کچھ مختلف ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا اختلاف اپنے اندر جواز کا پہلو رکھتا ہے یعنی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح جائز ہے''۔(۲۲۱)

۲۔ علاّمہ عبدالرحمٰن مبارکپوری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''وِتر میں قنوت، رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح جائز ہے۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ رکوع کے بعد کی جائے'' (۲۲۲)

۳۔ علاّمہ عبیداللہ رحمانی فرماتے ہیں:

''قنوتِ وِتر رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح جائز ہے البتہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ رکوع سے پہلے کی جائے، کیونکہ اس کے متعلق بکثرت احادیث منقول ہیں''۔(۲۲۳)۔

۴۔ محدّث العصر الشیخ علاّمہ محمد ناصرالدین البانی لکھتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ جب کبھی وِتر میں دعاء کرتے تو رکوع سے پہلے اس کا اہتمام کرتے'' (۲۲۴)

مزید لکھتے ہیں:

''حاصلِ کلام یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پایۂ ثبوت کے ساتھ جو صحیح بات منقول ہے وہ یہ کہ وِتر میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے ہو''۔(۲۲۵)

ہاں اگر وِتر کی دعاء کو ہنگامی حالات کے پیشِ نظر قنوتِ نازلہ کی شکل دے دی جائے۔ تو رکوع کے بعد جواز کی گنجائش ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

مختصر یہ کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں جگہوں میں سے جہاں بھی کوئی دعاء قنوت کر لے، جائز ہے البتہ قبل از رکوع اولیٰ ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے محلِّ قنوت کے بارے میں جتنی روایات آئی ہیں، انکے مجموعے سے معلوم

(۲۲۱)۔فتح الباری ۴۹۱/۲ (۲۲۲)۔تحفۃ الاحوذی ۲۴۳/۱
(۲۲۳)۔مرعاۃ المفاتیح ۲۱۴/۳۔ (۲۲۴)۔صفۃ الصلوٰۃ ص ۱۷۹ طبع جدید
(۲۲۵)۔ارواء الغلیل ۱۶۲/۲

ہوتا ہے کہ قنوتِ نازلہ تو بلا اختلاف رکوع کے بعد ہے اور بغیر حاجت وضرورت کے جو عام دعائے قنوت (وِتروں میں) ہے وہ رکوع سے پہلے ہی صحیح ہے۔ اگرچہ صحابہ کا اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔(۲۲۶)

اس موضوع کی تفصیل ہفت روزہ الاعتصام میں ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد کے مضمون میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔(۲۲۷)

نمازِ فجر میں قنوت: کیا نمازِ وِتر کے سواء دوسری کسی نماز مثلاً فجر میں بلا وجہ و بلا سبب سارا سال مسلسل قنوت پڑھی جاسکتی ہے؟

اس سلسلہ میں امام شافعیؒ و مالکؒ کا مسلک مشروعیّت کا ہے، جبکہ امام احمدؒ وابو حنیفہؒ اُسے غیر مشروع کہتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ وِتروں کے سوا دعائے قنوت صرف اجتماعی مصائب کے ساتھ خاص ہے، جسے قنوتِ نازلہ کہا جاتا ہے۔

طرفین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد علاّمہ عبیداللہ رحمانی شارح مشکاۃ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک راجح مسلک امام ابو حنیفہؒ واحمدؒ کا ہے، کیونکہ وِتروں کے سوا کسی نماز میں مسلسل قنوت کرنا کسی بھی مرفوع وصحیح حدیث سے ثابت نہیں۔(۲۲۸)

فجر میں قنوت پر دوام بدعت ہے جیسا کہ مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، طحاوی، ابن ابی شیبہ طیالسی اور بیہقی میں حدیثِ مالک اشجعی میں ہے۔(۲۲۹)

دعاءِ قنوت کا طریقہ: (۱) ایک مرفوع مگر ضعیف حدیث اور بعض آثارِ صحابہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قراءت مکمل کرنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا جائے۔ البتہ اللہ اکبر کہنے والی حدیث نا قابلِ حجت ہے۔

اور رفع یدین کے بارے میں محض آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، جنہیں امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے۔

نبی ﷺ سے مروی حدیث کوئی نہیں، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تکبیر کہے بغیر قراءت ختم کر کے

---

(۲۲۶)۔ فتح الباری ۴۹۱/۲

(۲۲۷) ہفت روزہ الاعتصام جلد ۴۴ شمارہ ۵ بابت ۲۵ رجب ۱۴۱۲ھ بمطابق ۳۱ جنوری ۱۹۹۲ء

(۲۲۸)۔ المرعاۃ ۲۲۰/۳

(۲۲۹)۔ الارواء ۱۸۶/۲ وصحّحہ، المرعاۃ ۲۲۳/۳

قیام کی ہی حالت میں دعاء قنوت کی جائے۔

(۲) اس رفع یدین کی تعیین میں پھر دو احتمال ہیں کہ رفع یدین کر کے انہیں پھر باندھ لیا جائے یا انہیں اسطرح پھیلایا جائے جیسے دعاء مانگنے کیلئے ہاتھوں کو اٹھایا جاتا ہے۔ احناف کے نزدیک اس سے مراد رفع یدین کر کے دونوں ہاتھوں کو باندھ لینا ہے اور دوسروں کے نزدیک دعاء مانگنے کی طرح ہاتھوں کو پھیلانا ہے۔ کیونکہ قنوت بھی تو دعا ہی ہے۔ (۲۳۰)

☆ دعائے قنوت سے فارغ ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو منہ پر پھیرنے والی ابوداؤد، ابن ماجہ، طبرانی کبیر اور قیام اللیل مروزی کی روایتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور ترمذی کی روایت عمر رضی اللہ عنہ ضعیف ہیں۔ (۲۳۱)

لہٰذا وِتروں کی دعاء سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا غیر مشروع ہے۔

مسنون دعاء قنوت: مطلق دعائے قنوت کے بارے میں تو بکثرت صحیح احادیث موجود ہیں جن سے قنوت نازلہ کا نہ صرف فجر بلکہ نمازِ پنجگانہ میں ہی پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن وہ صرف اجتماعی قسم کے مصائب کے موقع پر، اور خاص وِتروں کی نماز میں مانگی جانے والی دعائے قنوت بھی سننِ اربعہ، مسند احمد، ابن حبان، دارمی، بیہقی، ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم میں مذکور ہے، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

﴿عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ كَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ فِیْ قُنُوْتِ الْوِتْرِ﴾

رسول اللہ ﷺ نے مجھے کچھ کلمات پر مشتمل دعاء سکھلائی تاکہ میں اسے وِتروں میں پڑھا کروں۔

اس سے آگے اس دعاء کے کلمات ذکر کئے جو یہ ہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِیْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِیْ شَرَّمَا

اے اللہ مجھے ہدایت یافتہ لوگوں کی طرح ہدایت دے اور جن کو تو نے عافیت بخشی ہے انہی کی طرح مجھے بھی عافیت عطاء کر اور مجھے اپنے

---

(۲۳۰)۔ للتفصیل تحفۃ الاحوذی ۲/ ۵۶۴۔۵۶۷ مدنی

(۲۳۱)۔ للتفصیل: ارواء الغلیل ۲/ ۱۷۸۔۱۸۲

قَضَيْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ (وَلَا یَعِزُّمَنْ عَادَیْتَ) تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ﴾

دوستوں کی طرح اپنا دوست بنالے اور جو کچھ تونے مجھے عطاء فرمایا ہے اسمیں برکت ڈال دے اور جس شرو برائی کا تونے فیصلہ فرمایا ہے اس سے مجھے محفوظ رکھ یقیناً تو ہی فیصلہ صادر فرماتا ہے تیرے خلاف فیصلہ صادر نہیں کیا جاسکتا اور جسکا تو والی بنا وہ کبھی ذلیل وخوار نہیں ہو سکتا اور وہ شخص معزز نہیں ہو سکتا جسے تو دشمن کہے، اے ہمارے پروردگار تو بڑا ہی برکت والا اور بلند وبالا ہے۔

یہ الفاظ ابوداؤد و بیہقی میں ہیں۔(۲۳۲)

نسائی میں آخر میں یہ الفاظ ہیں:

﴿وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ﴾ (۲۳۳)

اور حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج۔

اہلِ تحقیق کے نزدیک یہ آخری جملہ صحیح سند سے مرفوعاً ثابت نہیں البتہ حضرت ابی بن کعب اور معاذ انصاری رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ عہدِ فاروقی میں لوگ دعائے قنوت کے آخر میں پڑھتے تھے لہٰذا مشروع ہے۔(۲۳۴)

یہ صیغہ اس وقت کیلئے ہے جب نمازی منفرد ہو اور اگر وہ لوگوں کو امامت کروا رہا ہو تو اسے چاہیئے کہ جمع کے صیغے استعمال کرے مثلاً ﴿اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ﴾ کی بجائے ﴿اَللّٰھُمَّ

---

(۲۳۲)۔الفتح الربانی ۳۱۱/۴، ارواء الغلیل ۱۷۲/۲ ﴿نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ﴾ کے کلمات حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔

(۲۳۳)۔سنن نسائی بشرح السیوطی وحاشیہ السندھی ۲/ ۲۴۸/۳ طبع دارالفکر بیروت

(۲۳۴)۔زادالمعاد محقق ۳۳۳/۱، ارواء الغلیل ۱۷۶-۱۷۰/۲، الفتح الربانی ۳۱۱/۴، صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ص ۱۰۷

﴿اهْدِنَا فِيْمَنْ هَدَيْتَ﴾ اسی طرح ﴿وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَ .وَقِنَاشَرَّمَا قَضَيْتَ﴾ اور اس سے آگے وہی کلمات ہیں جو پہلے صیغے میں گزرے ہیں۔(۲۳۵)

یہ دعاء کتنی پیاری ہے کہ بندہ اپنے خالق و مالک سے مخاطب ہوکر دستِ دعاء دراز کیئے ہوئے کہتا ہے۔

اے اللہ! ہمیں ہدایت نصیب فرما منجملہ ان لوگوں کے جنہیں تو نے ہدایت دی اور ہمیں عافیت عطا فرما، منجملہ ان لوگوں کے جنہیں تو نے عافیت عطا فرمائی اور ہمارا ولی وکارساز بن، منجملہ ان لوگوں کے جن کا تو ولی وکارساز بنا، تو نے ہمیں جو نعمتیں عطا کر رکھی ہیں ان میں برکت عطا کر اور ہمیں اپنے فیصلہ کے شرّ سے محفوظ رکھ۔ اسلیئے کہ تو ہی فیصلہ کرتا ہے اور تیرے مقابلہ میں کوئی دوسرا فیصلہ نہیں کرسکتا ہے۔ جسکا تو کارساز بن گیا وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جسکا تو دشمن ہو گیا اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ اے ہمارے رب تو برکت والا اور بزرگ و برتر ہے اور اللہ اپنے نبی پر درود وسلام بھیجے۔

اس دعائے قنوت کے بارے میں امام ترمذیؒ نے ضُعف کا اشارہ دینے کے بعد لکھا ہے کہ دعائے قنوت کے متعلق نبی ﷺ سے اس سے قوی کوئی دوسری حدیث ثابت نہیں ہے۔(۲۳۶)

علّامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث بھی اگرچہ ان میں سے نہیں جو قابلِ حجت ہوں مگر اس سلسلہ میں اسکے سوا نبی ﷺ سے دوسری کوئی حدیث ثابت ہی نہیں'' اور بقول ابن حنبل: ''حدیث چاہے ضعیف ہی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ ہمیں کسی کی ذاتی رائے سے زیادہ محبوب ہے''۔(۲۳۷)

ابن ابی شیبہ و بیہقی میں حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب دعائے قنوت ﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ﴾ ہے، لیکن یہ دعاء قنوتِ فجر ہے نہ کہ قنوتِ وِتر جیسا کہ بیہقی و ابن ابی شیبہ کی روایات میں صراحت موجود ہے۔(۲۳۸)

البتہ ابن ابی شیبہ و دار قطنی کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت میں اسے نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ ان دونوں دعاؤں کو ایک ساتھ پڑھنا مستحبہ ہے

---

(۲۳۵)۔الارواء ۲/ ۱۷۲
(۲۳۶)۔ترمذی مع التحفہ ۲/ ۵۶۴
(۲۳۷)۔المحلّٰی ابن حزم
(۲۳۸)۔ارواء الغلیل ۲/ ۱۷۰۔۱۷۲

اور ایک ساتھ پڑھنے کی شکل میں پہلے ﴿اللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ﴾ اور پھر ﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ﴾ پڑھے اور اگر صرف ایک دعاء پر اکتفاء کرنا ہو تو پھر صرف پہلی پر کرے جبکہ یہ بات محلِّ نظر ہے۔ نمازِ وِتر میں صرف ﴿اللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ﴾ والی دعاء ہی کرنی چاہیئے۔ (۲۳۹)

ایک وضاحت: نبی ﷺ وِتروں میں دعائے قنوت پر ہمیشگی نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ کبھی کبھی دعاء کرتے تھے اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ سے وِتروں کی روایات بیان کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم نے دعاء نقل نہیں کی، صرف حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نقل کی ہے۔ اگر آپ ﷺ ہمیشہ دعاء کیا کرتے ہوتے تو سبھی رواۃ دعاء کا ذکر کرتے۔ اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کی وِتروں میں دعاء کرنا واجب نہیں اور یہی جمہور اہلِ علم کا مذہب ہے۔ علماء احناف میں سے معروف محقق ابن الہمام نے فتح القدیر (۱/ ۳۶۹-۳۷۰ طبع احیاء الترات۔ بیروت) میں قولِ وجوب کے ضعف کا اعتراف کیا ہے۔ (۲۴۰)

فضائلِ تہجد قرآن وسنت کی روشنی میں: قیام اللیل یا نمازِ تہجد کا حکم قرآن کریم میں بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتے ہوئے سورۂ الاسراء، آیت ۷۹ میں فرمایا:

﴿وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً﴾

اور رات کو تہجد پڑھو، یہ آپ ﷺ کیلئے نفل ہے، بعید نہیں کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز کردے۔

یہاں حکم تو صرف نبی ﷺ کو دیا گیا ہے مگر عام مسلمان بھی اس میں داخل ہیں کیوں کہ ان سے آپ ﷺ کی اقتداء مطلوب ہے۔

سورۂ ذاریات، آیت نمبر ۱۵، ۱۶، ۱۷ اور ۱۸ میں تہجد گزار لوگوں کے اوصاف اور انہیں ملنے والی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے سورۂ الاسراء، آیت ۷۹ میں فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍO اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُحْسِنِیْنَO

بیشک اللہ سے ڈرنے والے متّقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہونگے، وہاں ان نعمتوں کو پائیں گے جو انکا رب انہیں

(۲۳۹)۔ الفتح الربانی ۴/ ۳۱۴
(۲۴۰)۔ صفتہ صلاۃ النبی ﷺ ص ۱۰۷

كَانُوْا قَلِيْلاً مِّنَ الَّيْلِ مَايَهْجَعُوْنَ O وَبِالْاَ سْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ O﴾

دے گا۔ بیشک وہ اس سے پہلے نیکو کار تھے۔ وہ راتوں کو بہت کم سوتے تھے اور بوقتِ سحر وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کیا کرتے تھے۔

سورۂ فرقان، آیت نمبر ۶۳ اور ۶۴ میں انکی تعریفیں بیان کرتے، اور انہیں ابرار میں سے شمار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْناً وَّاِذَاخَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰماً O وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَاماً O﴾

اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں۔ اور جب جاہل قسم کے لوگ انکے منہ آئیں تو انہیں سلام کہتے ہوئے اپنی راہ لیتے ہیں جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔

شب زندہ دار وتہجد گزار لوگوں کے ایمان کی شہادت دیتے ہوئے سورہٗ سجدہ، آیت نمبر ۱۵، ۱۶ اور ۱۷ میں ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِرَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ O تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَّطَمَعًا وَّمِمَّارَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ O فَلَاتَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآاُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْايَعْمَلُوْنَ O﴾

ہماری آیات پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں یہ آیات سنا کر جب نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے انکے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ وہ اپنے رب کو (اسکے عذاب سے) ڈرتے ہوئے اور (اسکی نعمتوں اور رحمتوں کی) امید کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دے رکھا ہے اسمیں سے خرچ کرتے ہیں، کوئی نہیں جانتا کہ آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کتنی نعمتیں ان کیلئے چھپا کر رکھی ہوئی ہیں جو انکے نیک اعمال کا بدلہ ہونگی۔

قرآن کریم کے پانچویں مقام پر سورۂ زمر، آیت ۹ میں تہجد گزاروں اور غفلت شعاروں کے مابین موازنہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْرَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَ كَّرُاُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

بھلا جو شخص رات کی گھڑیوں میں عبادت میں لگا ہے، کبھی سجدہ کر رہا ہے اور کبھی (نماز میں) کھڑا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے مالک کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہے (ایسے شخص کی روش بہتر ہے یا اسکی جو اسکے برعکس، اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے (دونوں) برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت صرف وہی مانتے ہیں جو صاحبِ عقل (وایمان) ہیں۔

احادیث کی روشنی میں: قرآنِ کریم کے ان سب مقامات پر نمازِ تہجد ﴿قیام اللیل﴾ کی فضیلت بیان ہوئی ہے جبکہ صحیح مسلم اور سننِ اربعہ ومسند احمد میں ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد کونسی نماز سب سے افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلصَّلٰوةُ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ﴾(۲۴۱)

آدھی رات کے بعد کی نماز (یعنی تہجد)

ترمذی، ابن حبان، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں (وصحّحہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر انہیں دخولِ جنت کا ذریعہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿اَفْشِ السَّلَامَ وَاَطْعِمِ الطَّعَامَ وَصِلِ الْاَرْحَامَ وَصَلِّ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ثُمَّ ادْخُلِ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ﴾(۲۴۲)

ہر کس وناکس مسلمان کو سلام کہو، غریبوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس وقت نمازیں پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں، اس طرح تم آرام سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

---

(۲۴۱)۔ الفتح الربانی ۲۳۲/۴۔

(۲۴۲)۔ حوالہ سابقہ ص ۲۳۴

بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایات میں ہے کہ نبی ﷺ راتوں کو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں سوجھ جاتے۔آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے ہوئے ہیں، پھر یہ مشقّت کیوں تو آپ ﷺ نے جواب فرمایا:

﴿اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْداً شَکُوْرًا؟﴾(۲۴۳) کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

نبی ﷺ اگر رات کو تہجد نہ پڑھ سکتے تو صبح کے وقت بارہ رکعتیں پڑھ لیتے تھے۔اور دوسروں کیلئے بھی یہی حکم فرمایا۔(۲۴۴)

مسائلِ وِتر کے ضمن میں مختصراً یہ بات گزر چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ایک سے لیکر تیرہ رکعت تک جو نماز ثابت ہے اسے قیام اللیل ،صلوۃ اللیل اور نمازِ تہجد بھی کہا گیا ہے۔اور وِتروں کی اس میں شمولیت کی وجہ سے پوری نماز ہی نمازِ وِتر کہلاتی ہے۔

وقت ورکعاتِ تہجد: نمازِ تہجد کا کوئی وقت معین نہیں، بلکہ عشاء کے بعد سے طلوع فجر کے مابین کسی بھی وقت یہ پڑھی جاسکتی ہے۔اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ نے رات کے سب مختلف سبھی حصوں میں یہ نماز ادا فرمائی، جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿کَانَ لَاتَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّیْلِ مُصَلِّیًااِلَّا رَأَیْتَه، وَلَا نَائِماً اِلَّا رَأَیْتَه،﴾(۲۴۵) رات کے جس حصے میں تم چاہو نبی ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ سکتے ہو اور جس حصے میں چاہو، آپ ﷺ کو سوئے ہوئے دیکھ سکتے ہو۔

بخاری شریف میں ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے تہجد کا وقت بتاتے ہوئے فرماتی ہیں:

﴿یَقُوْمَ اِذَا سَمِعَ الصَّارُوْخَ﴾(۲۴۶) کہ آپ ﷺ اس وقت قیام فرماتے جب مرغ کی آواز سنتے۔

---

(۲۴۳)۔الفتح الربانی ۴/ ۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹ (۲۴۴)۔نیل الاوطار ۲/ ۳/ ۴۹

(۲۴۵)۔بخاری مع الفتح ۳/ ۲۲۔ (۲۴۶)۔بخاری مع الفتح ۳/ ۱۶۔

فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے دو مختلف قول نقل کئے ہیں، کسی نے مرغ کی آواز نصف شب اور کسی نے آخری تہائی رات میں ذکر کی ہے۔(۲۴۷)

الغرض آپ ﷺ اپنی آسانی کے لحاظ سے جب نماز پڑھنا چاہتے، پڑھ لیتے، لیکن افضل یہ ہے کہ آخری تہائی میں تہجّد پڑھی جائے کیونکہ صحاح ستہ کی تمام ہی کتب میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿يَنْزِلُ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلىٰ سَمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقىٰ ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرِ مَنْ يَّدْعُوْنِىْ فَاَسْتَجِيْبَ لَه‘؟ مَنْ يَّسْأَلُنِىْ فَاُعْطِيَهٗ‘؟مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِىْ فَاَغْفِرُ لَه‘﴾(۲۴۸)

جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا بزرگ و برتر پروردگار آسمانِ دنیا (یعنی پہلے آسمان) پر اترتا ہے۔ اور کہتا ہے: ہے کوئی مجھ سے دعاء کرنے والا کہ میں اسکی دعاء قبول کروں؟ ہے کوئی سوال کرنے والا کہ میں اسکا سوال پورا کروں؟ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ میں اسے بخش دوں؟

جبکہ نسائی، ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم میں ارشادِ نبوی ہے کہ رات کے آخری حصہ میں بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔(۲۴۹)

بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ارشادِ نبوی ہے:

﴿اَحَبُّ الصَّلوٰةِ إِلىٰ اللّٰهِ صَلوٰةُ دَاؤدَ﴾

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے۔

آگے ان کی نماز کی کیفیت اور وقت بتاتے ہوئے فرمایا:

﴿كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ ' وَيَقُوْمُ ثُلُثَه‘، وَيَنَامُ سُدُسَه‘.﴾(۲۵۰)

وہ رات کا نصف حصہ سوتے تھے اور تہائی رات نماز پڑھتے تھے اور پھر رات کا چھٹا حصہ سوتے تھے۔

تہجد کے وقت کی طرح ہی اسکی رکعتوں کی تعداد میں بھی کوئی حد معین نہیں، البتہ افضل یہ ہے

(۲۴۷)۔فتح الباری ۳/ ۱۷
(۲۴۸)۔رواہ الجماعہ، فقہ السنہ سید سابق ۱/ ۲۰۳
(۲۴۹)۔حوالہ سابقہ
(۲۵۰)۔بخاری مع الفتح ۳/ ۱۶، فقہ السنہ ۱/ ۲۰۴

کہ گیارہ رکعتوں کی پابندی کرے، کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

﴿مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً.﴾ (۲۵۱)

نبی اکرم ﷺ رمضان یا کسی دوسرے مہینے میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔

ان گیارہ رکعتوں میں ہی تین وِتر بھی شامل ہوتے جیسا کہ اسی حدیث میں '' ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا '' سے پتہ چلتا ہے یہ آپ ﷺ کے عام معمول کی بات ہے، ورنہ صحیح بخاری شریف میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی کم وبیش رکعتیں بھی ثابت ہیں ﴿ بَابُ كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ ﷺ وَكَمْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ﴾ میں تیرہ، گیارہ، نو اور سات رکعتوں کا ذکر بھی موجود ہے۔

نمازِ تہجد کے آداب بیان کرتے ہوئے بعض لوگ اتنا تشدّد سے کام لیتے ہیں کہ آدمی ڈر جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جو آدمی تہجد شروع کرے، اسے پھر چھوڑنا ہرگز نہیں چاہیئے بلکہ وہ بلا ناغہ مسلسل پڑھتا رہے ورنہ یہ اور وہ ہوگا۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں، اپنی گنجائش اور توفیق کے مطابق عمل کیا جا سکتا ہے، البتہ افضل یہ ہے کہ کوئی بھی نیک کام شروع کریں تو پھر اس پر کار بند رہیں، کیونکہ نبی ﷺ کی عادتِ مبارک یہی تھی کہ آپ ﷺ جب کسی کام کو شروع کرتے تو اس کی پابندی فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں کسی عمل کے محبوب ہونے کی بھی یہی علامت بتائی:

﴿اَدْوَمُهٗ وَاِنْ قَلَّ﴾ (۲۵۲)

کہ وہ دائمی ہو چاہے تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو۔

لہٰذا ہمیشگی کی کوشش ہونی چاہیئے ورنہ جس قدر بھی ممکن ہو، غنیمت ہے۔

نمازِ جمعہ کی رکعتیں

نمازِ جمعہ کی رکعتوں کے سلسلہ میں بطورِ خاص چار باتیں قابلِ ذکر ہیں:

1. نمازِ جمعہ سے پہلے سنن ونوافل کی تعداد۔ 2. دورانِ خطبہ دو رکعتیں۔ 3. نمازِ جمعہ کی فرض رکعتیں۔ 4. فرضوں کے بعد سنتیں۔

اور اب آیئے ان چاروں امور کی کچھ تفصیل دیکھیں (۲۵۳)

(۲۵۱)۔ بخاری مع الفتح ۳/ ۳۳، فقہ السنہ ۱/ ۲۰۵

(۲۵۲)۔ فقہ السنہ ۱/ ۲۰۲۔ ۲۰۳

(۲۵۳)۔ یاد رہے کہ ''نمازِ جمعہ: فضائل ومسائل وآداب واحکام'' کے موضوع پر ہماری ایک مستقل کتاب بھی زیرِ طباعت ہے۔ يَسَّرَ اللّٰهُ طَبْعَهَ.

جمعہ سے پہلے سنن ونوافل کی تعداد: نمازِ جمعہ کے لئے مسجد میں پہنچنے پر اگر خطبہ شروع نہ ہوا ہو، تو نمازی کو اجازت ہے کہ جتنے چاہے نوافل ادا کرے، کیونکہ جمعہ سے پہلے سنن ونوافل کی کوئی تعداد متعین نہیں، بلکہ آداب و مستحباتِ جمعہ کے ضمن میں جتنی بھی احادیث ملتی ہیں ان سب میں یہی مذکور ہے کہ اسے جتنی اللہ توفیق دے نماز پڑھے۔اور کیا جمعہ سے پہلے کوئی مؤکدہ سنتیں مقرر یا متعین ہیں یا نہیں؟اس سلسلے میں اہل علم کے دو قول ہیں، احناف اور بعض شافعیہ کے نزدیک جمعہ سے پہلے بھی نمازِ ظہر کی طرح ہی سنتیں ہیں۔ان کا استدلال ابن ماجہ وطبرانی کبیر کی اُس روایت سے ہے جسمیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نمازِ جمعہ سے قبل چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔اس روایت کی سند کو امام نوویؒ نے سخت ضعیف قرار دیا ہے اور اس سند میں مذکور ایک شخص مبشر بن عبید کو وضّاع صاحبِ اباطیل یعنی جھوٹی روایتیں گھڑنے اور باطل خبریں نقل کرنے والا قرار دیا ہے۔(۲۵۴)

ایسے ہی بعض مطلق احادیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے جن میں سے ایک صحاح ستہ میں ہے:

﴿بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلاۃٌ﴾(۲۵۵) ہر آذان واقامت کے مابین نماز ہے۔

اس حدیث سے استدلال کے بارے میں ایک بات قابلِ غور ہے کہ جمعہ سے پہلے اس سے اگر نماز ثابت ہوتی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مغرب کی آذان واقامت کے مابین دو رکعتیں ثابت نہیں ہوتیں۔ایک ہی حدیث کے بارے میں دو پیمانے کیوں؟ اور بالکل یہی معاملہ دوسری مطلق حدیث کا ہے:

﴿مَا مِنْ صَلاۃٍ مَفْرُوْضَۃٍ اِلَّا وَبَیْنَ یَدَیْھَا رَکْعَتَانِ﴾(۲۵۶) ہر فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں ہیں۔

جمعہ سے پہلے دو یا چار سنتوں کے متعیّن ہونے پر اس بات سے بھی استدلال کیا گیا ہے کہ نمازِ جمعہ دراصل نمازِ ظہر کا بدل ہے لہٰذا ظہر سے پہلے جتنی سنتیں ہیں، وہی جمعہ سے پہلے بھی ہیں۔لیکن کثیر محققین نے اس قیاس کو غیر درست قرار دیا ہے، بلکہ خود فقہ حنفی کی معتبر کتاب درّ مختار میں لکھا ہے کہ جمعہ ظہر کا بدل نہیں بلکہ ایک مستقل فریضہ ہے۔(۲۵۷)

---

(۲۵۴)۔نیل الاوطار ۲/۳/۲۵۴، الفتح الربانی ۶/۷۰

(۲۵۵)۔''اثبات الرکعتین قبل المغرب''میں تخریج گزرچکی ہے۔

(۲۵۶)۔ابن حبان، دارقطنی وطبرانی بحوالہ نیل الأوطار ایضاً۔

(۲۵۷)۔الجمعہ ومکانتہا فی الدین، علّامہ احمد بن حجر، ص ۱۹۵ طبع قطر۔

لہٰذا جمعہ کی سنتوں کو ظہر کی سنتوں پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ علامہ ابنِ قیم نے اِن تمام دلائل کو زاد المعاد میں ضعیف قرار دیا ہے۔ (۲۵۸)

اس موضوع میں دوسرا قول امام مالک واحمد رحمہما اللہ اور ایک وجہ سے شافعیہ کا ہے، اِن کا استدلال یوں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے جمعہ کی پہلی رکعتوں کی کوئی تعیین کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی آپ ﷺ کے عمل سے بلکہ نبی ﷺ جب منبر پر رونق افروز ہو جاتے تو آذان شروع ہو جاتی، اور آذان ہو چکنے کے بعد آپ ﷺ کسی وقفہ کے بغیر خطبہ شروع فرما دیتے اور یہ کھلے مشاہدہ کی بات تھی۔ علاّمہ عراقی فرماتے ہیں کہ (کسی صحیح حدیث میں) نبی اکرم ﷺ سے یہ منقول نہیں کہ آپ ﷺ جمعہ سے پہلے کوئی (مقررہ رکعتوں پر مشتمل) نماز پڑھتے تھے۔ شیخ الاِسلام ابن تیمیہ اور علاّمہ ابنِ قیم اور کثیر محققین وعلمائے حدیث کی تحقیق یہی ہے کہ جمعہ سے قبل مقررہ تعداد میں سنن ونوافل ثابت نہیں، البتہ جو شخص امام کے خطبہ شروع ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جائے، وہ بلا تعیین جتنی سنتیں اور نوافل پڑھنا چاہے پڑھ لے۔ اور جونہی امام خطبہ شروع کرے، نوافل پڑھنا بند کر دے۔ (۲۵۹)

دورانِ خطبہ دو رکعتیں (تحیۃ المسجد):

جو شخص اُس وقت مسجد میں پہنچے جب خطبہ شروع ہو چکا ہو، تو وہ صرف دو رکعتیں ''تحیۃ المسجد'' پڑھ سکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں اور وہ بھی ہلکی سی، اور یہ دو رکعتیں ضرور پڑھ لینا چاہیئے، کیونکہ صحیح بخاری و مسلم اور سننِ اربعہ سمیت دیگر کتبِ حدیث میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَجْلِسَ﴾ (۲۶۰)

تم میں سے کوئی شخص جب مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں ضرور پڑھ لے۔

یہ ارشادِ نبوی ﷺ تو مطلق ہے کہ جب بھی مسجد میں داخل ہو، لیکن خاص جمعہ کے دن اور وہ بھی عین خطبہ کے دوران مسجد میں داخل ہونے والے کو بھی یہی حکم ہے۔ چنانچہ ترمذی ونسائی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

﴿اَنَّ رَجُلاً دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنبَرِ فَاَمَرَهُ اَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ﴾ (۲۶۱)

جمعہ کے دن ایک شخص اُس وقت مسجد میں داخل ہوا جبکہ نبی اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے اُسے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم فرمایا۔

(۲۵۸)۔ الزاد محقّق ۱/۴۳۲ وما بعد۔
(۲۵۹)۔ فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۴/۱۸۸۔۲۰۰، زاد المعاد لابن قیم ۱/۴۳۲۔۴۴۰ بتحقیق الارناؤوط۔
(۲۶۰)۔ متفق علیہ مشکوٰۃ ۱/۲۲۱ ورواہ ایضاً احمد، الفتح الربانی ۵/۴۳۔۴۴
(۲۶۱)۔ نیل الأوطار ۲/۳/۲۵۵، الفتح الربانی ۶/۷۷ شرح۔

ترمذی شریف کے الفاظ ہیں:

﴿اِنَّ رَجُلاً جَآءَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْ هَیْئَۃٍ بَذَّۃٍ وَالنَّبِیُّ ﷺ . یَخْطُبُ فَاَمَرَہٗ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَالنَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ﴾ (۲۶۲)

ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد میں انتہائی مفلسانہ و خستہ حال حالت میں آیا اور نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اُسے حکم فرمایا تو اس نے دو رکعتیں پڑھیں جبکہ آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔

صحیح مسلم، ابوداؤد اور دارقطنی کی حدیث میں اس مذکورہ صحابی کا نام حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔ خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد کے مانعین (احناف) اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے محض اس شخص کی مفلسی وغریبی اور خستہ حالی لوگوں کو دکھانے کیلئے ایسا کیا، تا کہ انکے دلوں میں صدقہ کا جذبہ پیدا ہو۔ اسی حدیث کی دوسری تاویل یہ بھی کی جاتی ہے کہ دارقطنی نے جو روایت بیان کی ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ خطبہ روک کر خاموش ہو گئے تھے گویا یہ واقعہ دلیل نہیں بن سکتا۔ جبکہ خود دارقطنی نے اُس حدیثِ انس رضی اللہ عنہ کو ضعیف قرار دیا ہے اور ترمذی کی صحیح حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دو رکعتیں پڑھتے رہے اور نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے رہے، لہٰذا اس تاویل کی حیثیت بھی ظاہر ہوگئی۔ (۲۶۳)

اگر اس موضوع کی صرف یہی ایک حدیث ہوتی تو یہ تاویل بھی چل سکتی تھی مگر دورانِ خطبہ تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھنے کے بارے میں تو دیگر کتنے ہی ارشاداتِ نبویہ ہیں، جو بالکل مطلق بھی ہیں۔

مثلاً صحیح بخاری و مسلم اور سنن اربعہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿دَخَلَ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ . یَخْطُبُ فَقَالَ: صَلَّیْتَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَصَلِّ رَکْعَتَیْنِ﴾ (۲۶۴)

جمعہ کے دن ایک آدمی اس وقت مسجد میں داخل ہوا جبکہ نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے نماز (دو رکعتیں تحیۃ المسجد) پڑھی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اٹھو اور دو رکعتیں پڑھو۔

---

(۲۶۲)۔ ترمذی مع التحفہ ۳/۳۱۔۳۲، نیل الأوطار ۲/۳/۲۵۶، الفتح الربانی ۶/۷۷۔

(۲۶۳)۔ تحفۃ الأحوذی ۳/۳۵۔۳۶، المنتقی مع النیل ۲/۳/۲۵۶۔

(۲۶۴)۔ بخاری مع الفتح ۲/۴۰۷۔۴۱۲، مسلم مع النووی ۳/۶/۱۶۲۔۱۶۳، الفتح الربانی ۶/۷۷۔ ترمذی مع التحفہ ۳/۳۰، شرح السنۃ ۴/۲۶۳۔

بخاری و مسلم شریف کی ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں:

﴿قُمْ فَارْكَعْ﴾ (۲۶۵) اٹھو اور دو رکعتیں پڑھو۔

شارحینِ حدیث کے نزدیک اس شخص سے بھی حضرت سلیک رضی اللہ عنہ ہی مراد ہیں، (ابن حجر و نووی) البتہ بخاری و مسلم میں ہی ارشاد نبوی ﷺ ہے:

﴿إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ قَدْ خَرَجَ الْإِمَامُ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ﴾ (۲۶۶) جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں آئے اور امام نکل چکا ہو تو اسے چاہیئے کہ دو رکعتیں پڑھ لے۔

یہاں ''امام نکل چکا ہو'' سے مراد اسکا خطبہ شروع کرنا ہے، اور اگر محض گھر سے نکل کر مسجد میں آنا یا منبر پر صرف بیٹھنا، مگر خطبہ شروع نہ کرنا مراد لیا جائے تو پھر لیجیئے ایک اور ارشادِ نبوی ﷺ ملاحظہ کیجیئے، صحیح مسلم ابوداؤد، نسائی، مسند احمد، دار قطنی اور بیہقی میں ہے:

﴿قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. وَهُوَ يَخْطُبُ: إِذَا جَآءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا﴾ (۲۶۷) نبی ﷺ نے فرمایا جبکہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن اُس وقت آئے کہ امام خطبہ دے رہا ہو، تو اسے چاہیئے کہ دو رکعتیں پڑھ لے اور اُسے چاہیئے کہ دونوں رکعتوں میں تخفیف سے کام لے۔

تخفیف یعنی ہلکی سی رکعتیں پڑھنے کا حکم اسلیئے دیا گیا ہے تاکہ وہ جلد فارغ ہو کر خطبہ سن سکے۔ امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ایسی نص ہے کہ اسکی کسی قسم کی تاویل کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی عالم ایسا ہو، جسے نبی ﷺ کا یہ صحیح و صریح ارشاد پہنچے، پھر بھی وہ اس کی مخالفت کرے۔ (۲۶۸)

یاد رہے کہ اسی حدیث میں حضرت سلیک عطفانی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا ہے:

﴿قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَ تَجَوَّزْ فِيهِمَا﴾ (۲۶۹) اٹھو، دو رکعتیں پڑھو اور انہیں ہلکا سا پڑھو۔

---

(۲۶۵)۔ حوالہ جات سابقہ

(۲۶۶)۔ الفتح الربانی ۶/۷۷ و مسلم مع النووی ۳/۶/۲۳، نیل الأوطار ۲/۳/۲۵۶۔

(۲۶۷)۔ مسلم مع النووی ۳/۶/۱۶۴، الفتح الربانی ۶/۷۷، نیل الأوطار ۲/۳/۲۵۶، مشکوٰۃ مع المرعاۃ ۳/۳۱۲۔۳۱۳، شرح السنہ ۴/۲۶۴۔

(۲۶۸)۔ النووی علی مسلم ۳/۵/۱۶۴۔

(۲۶۹)۔ مسلم مع النووی ۳/۵/۱۶۴۔

پھر ارشاد فرمایا: جب (بھی) تم سے کوئی شخص جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو، تو اُسے چاہیئے کہ دو رکعتیں پڑھ لے۔ لیکن اُن میں تخفیف سے کام لے۔ اس سے یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دلانے والی تاویل صحیح نہیں، بلکہ امام نوویؒ نے تو اُس تاویل کو باطل قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ حدیث کے آخری صریح اور مطلق الفاظ بھی اُس تاویل کی تردید کرتے ہیں۔(۲۷۰)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ مانعین کی مذکورہ تأویل کا باعث دراصل یہ ہے کہ انکے خیال میں مذکورہ احادیث (سورۃ الاعراف کی آیت ۲۰۴) میں ارشادِ الٰہی:

﴿وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْ الَه' وَاَنْصِتُوْالَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

سے متعارض نہیں۔ اسی طرح یہ حادیث (بخاری ومسلم میں مذکور) اس ارشادِ نبوی:

﴿اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِکَ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ، فَقَدْ لَغَوْتَ﴾

اگر تم نے اپنے ساتھی سے دورانِ خطبہ یہ کہا کہ چپ رہو تو تم نے لغو کا ارتکاب کیا۔

کے بھی مخالف ہیں۔ انکا کہنا ہے کہ جب بات کرنے والے کو صرف چپ کرانا منع ہے، تو تحیۃ المسجد بھی منع ہونا چاہیئے۔ ایسے ہی گردنیں پھلانگ کر گزرنے والے شخص کو آپ ﷺ کا فرمانا کہ "بیٹھ جاؤ تم نے دوسروں کو اذیت پہنچائی ہے"۔ اُن کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے اُسے تحیۃ المسجد کا حکم نہیں فرمایا بلکہ بیٹھ جانے کا حکم دیا تھا۔ اور طبرانی میں حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہما میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص داخل ہو اور امام منبر پر بیٹھ چکا ہو (یا خطبہ شروع کر چکا ہو) تو کوئی نماز نہ پڑھو، نہ گفتگو کرو، جب تک کہ وہ فارغ نہ ہو جائے۔ مانعین کی طرف سے یہ کل اعتراضات ہیں دورانِ خطبہ تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھنے پر جبکہ جواز وعدم جواز کے دلائل میں جمع وتطبیق ممکن ہے اور جب اس بات کا امکان ہو تو یہ تعارض پر مقدّم ہوتا ہے، تا کہ کسی واضح دلیل کو ساقط کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ رہی سورۃ الاعراف کی آیت تو اسمیں قرآن کی تلاوت کے وقت خاموشی کا حکم ہے، جبکہ خطبۂ جمعہ سب قرآن نہیں ہوتا، اور جو آیات دورانِ خطبہ آتی ہیں انکی تلاوت کے وقت خاموشی کے عام حکم کو تحیۃ المسجد کے جواز والی احادیث سے خاص کر دیا گیا ہے کہ یہ دو رکعتیں جائز ہیں اور حدیث (اِذَاقُلْتَ لِصَاحِبِکَ اَنْصِتْ فَقَدْ لَغَوْتَ) میں جو ممانعت آئی ہے وہ آپس میں گفتگو کرنے کی ہے نہ کہ نماز پڑھنے کی اور اگر نماز سمیت سب کی ممانعت کا

(۲۷۰)۔ حوالہ سابقہ

حکم بھی مان لیا جائے تو اُس عموم کو دو رکعتوں کے جواز والی احادیث سے مخصوص کر دیا گیا ہے، اور دو رکعتیں پڑھنے والے کو "خاموش" قرار دینا بھی جائز ہے، جیسا کہ بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد کی حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تکبیرِ تحریمہ اور قراءت کے درمیانی وقفہ میں محلّ دعاء (سُبْحَانَکَ اللّٰھُم یا اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِي وَبَیْنَ خَطَایَايَ) پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کا اطلاق کیا ہے۔ (۲۷۱)

اگر دنیں پھلانگ کر گزرنے والے شخص کا واقعہ مخصوص ہے، اسکا حکم عام نہیں اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اسے بیٹھنے کا حکم دینے کا واقعہ تحیۃ المسجد کی مشروعیت سے پہلے کا ہو، یا تحیۃ المسجد پڑھنے کے بعد بیٹھنے کی شرط ہو، جسکا حکم اُس صحابی کو پہلے سے معلوم ہوگا یا پھر اُسے بیانِ جواز پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے، اور یہ بھی امکان ہے کہ وہ خطبہ کے آخر میں ایسے تنگ موقع پر داخل ہوا ہو کہ دو رکعتیں پڑھنے کی گنجائش ہی نہ رہی ہو۔

رہا معاملہ طبرانی والی حدیث کا وہ تو ضعیف ہے، اسکی سند کا ایک شخص ایوب بن نُہیک معروف علماءِ رجال ابوزرعہ اور ابوحاتم کے نزدیک منکر الحدیث ہے۔ اور ایسی ضعیف روایات، صحیح احادیث کی مقابل نہیں ہوسکتیں۔ (۲۷۲)

الغرض سابقہ تصریحات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دورانِ خطبہ دو رکعتیں پڑھ کر ہی بیٹھنے والوں کے دلائل عدم جواز والوں کے دلائل سے زیادہ قوی ہیں، لہٰذا دورانِ خطبہ مسجد میں پہنچنے والے شخص کو چاہیئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں "تحیۃ المسجد" پڑھ لے۔

فتح الملہم شرح صحیح مسلم میں علّامہ شبیر احمد عثمانی کا یہ کہنا:

﴿وَالإِنْصَافُ أَنَّ الصَّدْرَ لَمْ یَنْشَرِحُ لِتَرْجِیْحِ أَحَدِ الْجَانِبَیْنِ إِلَی الآنَ﴾ "انصاف کی بات یہ ہے کہ اب تک کسی جانب کے راجح ہونے پر ہمارا شرحِ صدر نہیں ہوا۔

شائد مراجع کی قلّت کی وجہ سے ہو، جسکا اندازہ انکے الفاظ:

﴿وَلَعَلَّ اللّٰہُ یُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِکَ اَمْرًا﴾ شائد اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں کبھی شرح صدر فرما دے۔

سے ہوتا ہے۔ (۲۷۳) لہٰذا انشراحِ صدر کیلئے اب درج ذیل مراجع ملاحظہ فرمائیں۔ (۲۷۴)

(۲۷۱)۔ الفتح الربانی ۳/۶، ۱۷/۶، ۷۹۔ (۲۷۲)۔ فتح الباری ۲/۴۰۹ طبع دار الإفتاء۔

(۲۷۳)۔ معارف الحدیث ۳/۳۹۲ حاشیہ۔

(۲۷۴)۔ فتح الباری ۲/۴۰۷-۴۱۵، شرح مسلم نووی ۳/۶/۶۵-۱۶۲، نیل الأوطار ۲/۳/۲۵۴-۲۵۹، الفتح الربانی ۶/۷۷-۸۰، المرعاۃ ۳/۳۱۱-۳۱۲، مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۴/۱۸۸-۲۰۰، شرح السنہ ۴/۲۶۳-۲۶۶ بتحقیق الأرناؤوط۔

نمازِ جمعہ کی فرض رکعتیں:

نمازِ جمعہ کی صرف دو رکعتیں فرض ہیں، جیسا کہ سنن نسائی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صلوٰۃِ عیدالاضحیٰ، نمازِ عیدالفطر، نمازِ سفر یا قصر اور جمعہ کی دو دو ہی رکعتیں ہیں۔(۲۷۵)

ان میں قراءت:

اس بات پر پوری امتِ اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ ان دونوں رکعتوں کی قراءت بھی (فجر اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعتوں کی طرح) جہری ہے۔اور یوں تو ان دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی بھی سورت یا قرآن کا کوئی بھی حصہ پڑھا جا سکتا ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلیٰ) اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ (ھَلْ أَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ) پڑھی جائیں، کیونکہ صحیح مسلم و ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نماز میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔(۲۷۶)

مذکورہ کتبِ حدیث میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری روایت میں عیدین کا ذکر تو نہیں، البتہ یہ صراحت موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔(۲۷۷)

ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منوّرہ کا حاکم مقرر کیا اور خود مکہ مکرمہ چلا گیا۔انھوں نے جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں (إِذَا جَآءَکَ الْمُنَافِقُوْنَ) پڑھی، میں نے نماز کے بعد ان سے کہا کہ آپ نے نماز میں وہی دو سورتیں پڑھی ہیں جو کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھا کرتے تھے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے روز یہ دو سورتیں پڑھتے سنا ہے۔(۲۷۸)

ان احادیث میں مذکور ترتیب وار سورتوں کو پڑھا جائے تو مستحب ہے ورنہ کوئی بھی سورت اور قرآنِ کریم کا کوئی بھی حصہ پڑھا جا سکتا ہے۔

---

(۲۷۵)۔جامع الأصول لابن الأثیر ۶/ ۴۳۲۔
(۲۷۶)۔مسلم مع النووی ۳/ ۶/ ۱۶۷، ابوداود مع العون ۳/ ۴۷۲، ترمذی مع التحفہ ۳/ ۵۵، الفتح الربانی ۶/ ۱۱۲۔
(۲۷۷)۔مسلم ۳/ ۶/ ۱۶۷، ابوداود ۳/ ۴۷۴، الفتح الربانی ۶/ ۱۱۲۔
(۲۷۸)۔مسلم ۳/ ۶/ ۱۶۶، ابوداود ۳/ ۴۷۴، ترمذی ۳/ ۵۴، الفتح الربانی ۶/ ۱۱۱۔۱۱۲۔

اِسی طرح جمعہ کے دن نمازِ فجر میں پڑھی جانے والی سورتوں کا ذکر بھی صحاح وسنن میں موجود ہے۔ چنانچہ مسلم، ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جمعہ کے روز فجر کی نماز میں نبی اکرم ﷺ سورت (آلمٓ تنزیل) اور (هَلْ أَتىٰ عَلىٰ الْإِنْسَان) اور جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ وسورۂ منافقون پڑھا کرتے تھے۔(۲۷۹)

صحیح بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے روز صبح کی نماز میں نبی ﷺ سورۂ (آلمٓ تنزیل) اور (هَلْ أَتىٰ عَلىٰ الْإِنْسَانِ) پڑھا کرتے تھے۔(۲۸۰)

لہٰذا اگر ان کا خیال رکھا جاسکے تو مستحب ہے۔

حصولِ جُمعہ کی شرط:

کبھی ایسی صورت بھی پیش آسکتی ہے کہ نمازی کسی وجہ سے اتنا تاخیر سے آتا ہے کہ خطبہ پورا ہی ختم ہو چکا ہے اور نمازِ جمعہ کی جماعت کھڑی ہوتی ہے، اُس نماز کا کتنا حصہ ملے تو نمازِ جمعہ مل جاتی ہے؟ اس سلسلے میں اہلِ علم کی دو الگ الگ رائے ہیں:

امام احمد، امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ سمیت جمہور اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کی کم از کم ایک رکعت پالے وہ تو صرف ایک رکعت کھڑے ہو کر اور پڑھ لے، اُسے جمعہ کی نماز مل گئی۔ اور اگر دوسری رکعت نہ ملے بلکہ محض سجود وتشہّد میں ہی مل پائے تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد چار رکعتیں پڑھے، کیونکہ انکے نزدیک اُسے جمعہ کی نماز نہیں ملی۔ اور اُسکی یہ نماز ظہر ہوگی۔

سفیان ثوری، ابن المبارک، اسحاق بن راہویہ اور امام ترمذی رحمہم اللہ کے بقول اکثر صحابہ کا بھی یہی مسلک ہے اور ان سب کا استدلال صحیح بخاری ومسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دیگر کتبِ حدیث میں مروی اس ارشادِ نبی ﷺ سے ہے:

﴿مَنْ أَدْرَکَ مِنَ الصَّلَاةِ رَکْعَةً فَقَدْ أَدْرَکَ الصَّلَاةَ﴾ (۲۸۱)

جس نے نماز کی ایک رکعت پالی اُس نے وہ نماز پالی۔

اس سلسلے میں دوسرا مسلک یہ ہے کہ نماز باجماعت کا چاہے کوئی بھی حصہ پالے، تو اُسے وہ جماعت مل گئی۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ صرف دو رکعتوں کو ہی مکمل کرے گا۔ اور یہ امام ابوحنیفہؒ اور

---

(۲۷۹)۔ مسلم ۳/۶/۱۶۸، الفتح الربانی ۶/۱۱۱

(۲۸۰)۔ بخاری مع الفتح ۲/۳۷۷ مسلم ۳/۶/۱۶۸، ترمذی ۳/۵۶۔

(۲۸۱)۔ ترمذی والتحفہ ۳/۶۱، الفتح الربانی ۶/۱۰۷۔۱۰۸۔

علمائے حدیث کا مسلک ہے۔ اِن کا استدلال صحاح ستہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اُس ارشادِ نبوی ﷺ سے ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب اقامت ہو جائے، تب بھی نماز کی طرف بھاگ کر نہ آؤ، بلکہ آرام وسکون سے آؤ۔

﴿فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا﴾ (۲۸۲)
تمہیں جماعت کا جو حصہ مل جائے وہ (امام کے ساتھ) پڑھ لو، اور جو حصہ فوت ہو جائے، اسے بعد میں پورا کرلو۔

اس میں جمعہ کی نماز و جماعت بھی شامل ہے۔ علاّمہ عبدالرحمٰن مبارکپوری، ترمذی شریف کی شرح تحفۃ الأحوذی میں لکھتے ہیں کہ پہلے مسلک والوں کے پاس کوئی صحیح اور صریح دلیل نہیں اور میرے نزدیک زیادہ صحیح مسلک وہی ہے جو امام ابوحنیفہؒ کا ہے کہ نمازی چاہے تشہّد میں ہی کیوں نہ آملے اُسے صرف دو رکعتیں جمعہ کی ہی مکمل کرنا ہونگی، کیونکہ یہ ارشادِ نبوی مطلق ہے کہ تمہیں جماعت کا جو حصہ مل جائے اُسے پڑھ لو اور جو رہ جائے، اُسے (بعد میں اٹھ کر) مکمل کرلو۔ (۲۸۳)

اگر آدمی کی نمازِ جمعہ فوت ہو جائے تو جمعہ ہی کی نماز پڑھے یا ظہر کی؟:

اب رہی یہ بات کہ اگر آدمی کی نماز فوت ہو جائے تو جمعہ ہی کی نماز پڑھے یا ظہر کی؟

اس سلسلے میں ایک سوال حضرت محدّث روپڑی سے کیا گیا، جو جواب سمیت افادۂ عام کیلئے درج ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی کی اگر نمازِ جمعہ فوت ہو جائے تو کیا اس صورت میں وہ جمعہ ہی کی نماز پڑھے گا یا ظہر کی نماز ادا کرے گا؟ فتاویٰ شائع فرما کر مشکور ہوں۔ محمد ایوب صابر۔ رینالہ خورد۔

الجواب بعون الوھاب:

اس سلسلے میں آئمہ اسلام مختلف ہیں۔ امام شافعیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام احمدؒ امام اسحاق بن راہویہ وغیرھم فرماتے ھیں کہ اگر مسبوق رکعتِ کاملہ امام کے ساتھ پائے، تو دوسری رکعت پڑھ لے، اس کا جمعہ ہو گیا۔ اور اگر رکعت سے کم حصّہ پائے، یعنی دونوں رکعتوں کے ہو جانے کے بعد آیا ہے اور محض سجود یا تشہّد ہی میں ملا ہے، تو اس کا جمعہ رہ گیا۔ وہ ظہر کی نیت کر کے امام کے ساتھ ملے۔

(۲۸۲)۔ تخریج گزر چکی ہے۔
(۲۸۳)۔ تحفۃ الأحوذی ۳/۶۱۔۶۳، الفتح الربانی ۶/۱۰۹۔۱۱۰۔

امام ابوحنیفہؒ اوران کے اَتباع فرماتے ہیں کہ سلام پھیرنے سے پہلے ملنے والا بھی جمعہ ہی پڑھے ۔یعنی رکعت کا ملہ امام کے ساتھ پائے یا رکعت سے کم اجزاء میں ملے، دونوں صورتوں میں جمعہ کی نیت کرے۔

میرے فہم ناقص میں از روئے دلائل امام احمدؒ وامام شافعیؒ وغیرہما کا مسلک صحیح اور راجح ہے اور اس کی تین وجہیں ہیں:

❶ پہلی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اور اِس طرف گئی ہے۔ چنانچہ شیخ الاِسلام ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

﴿إِنَّ الْجُمُعَةَ لَا تُدْرَكُ إِلَّا بِرَكْعَةٍ كَمَا اَفْتىٰ بِهٖ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم. مِنْهُمْ اِبْنُ عُمَرَ وَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَغَيْرُهُمْ وَلَا يُعْلَمُ لَهُمْ فِي الصَّحَابَةِ مُخَالِفٌ وَقَدْحَكىٰ غَيْرُوَاحِدٍ اَنَّ ذَالِكَ اِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ﴾ (۲۸۴)

جمعہ کم از کم ایک رکعت پانے سے مل سکتا ہے، جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے ساتھ فتویٰ دیا ہے، جن سے ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ان کا مخالف کوئی معلوم نہیں۔ اور کئی علماء نے اس پر اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم نقل کیا ہے۔

❷ دوسری وجہ یہ ہے کہ کئی ایک حدیثوں میں صاف وصریح وارد ہے:

﴿مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلوٰةِ الْجُمُعَةِ وَغَيْرِهَا فَلْيُضِفْ إِلَيْهَا أُخْرىٰ فَقَدْ تَمَّتْ صَلوٰتُه﴾ (۲۸۵)

جو جمعہ وغیرہ کی ایک رکعت پالے، وہ اُس کے ساتھ دوسری رکعت ملالے، اور اس کی نماز پوری ہوگئی۔

یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثیں کئی طریقوں سے مروی ہیں۔ اور اگر چہ یہ سب حدیثیں ضعیف ہیں۔ جیسا کہ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں کہا ہے۔

﴿مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلوٰةِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلوٰةَ﴾ (۲۸۶)

مگر ان کی تائید اس حدیث سے بہت عمدہ طریقے سے ہوسکتی ہے۔ جسمیں ہے: جو ایک رکعت پالے اُس نے نماز پالی۔

---

(۲۸۴)۔فتاویٰ ابن تیمیہ
(۲۸۵)۔نسائی۔ابن ماجہ، دار قطنی۔
(۲۸۶)۔متفق علیہ، تلخیص الحبیر۔

❸ تیسری وجہ یہ ہے کہ صحیح حدیث میں ہے:

﴿قَالَ ﷺ: مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلوٰةِ مَعَ الْإِمَامِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلوٰةَ﴾ (۲۸۷)

جو امام کے ساتھ ایک رکعت پالے، اُس نے نماز پالی۔

اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

﴿أَخْرَجَهُ الْإِمَامُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهِ وَقَالَ ابْنُ تَيْمِيَةَ فِيْ فَتَاوَاهُ هُوَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ الرَّحِيْمُ: هٰذَا (الْحَدِيْثُ) نَصٌّ رَافِعٌ لِلنِّزَاعِ﴾

ابن تیمیہؒ نے کہا ہے: یہ حدیث صحیحین کی ہے اور لکھا ہے: یہ حدیث اس نزاع کو ختم کرنے والی ہے۔

فرضوں کے بعد کی سنتیں:

نمازِ جمعہ کے فرضوں کے بعد جو مؤکدہ سنتیں ہیں، انکے بارے میں دو مختلف قسم کی حدیثیں ہیں۔

پہلی یہ کہ جمعہ کے فرضوں سے فارغ ہو کر ذکر واذکار کے بعد گھر چلا جائے اور صرف دو سنتیں پڑھ لے، جیسا کہ بخاری و مسلم، سنن اربعہ اور مسند احمد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يُصَلِّيْ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ فِيْ بَيْتِهِ﴾ (۲۸۸)

نبی ﷺ جمعہ کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

دوسری حدیث صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسمیں ارشادِ نبوی ہے:

﴿إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا أَرْبَعًا﴾ (۲۸۹)

تم میں سے کوئی شخص جمعہ پڑھ چکے تو اُسے چاہیئے کہ چار رکعتیں پڑھے۔

ان دونوں میں سے پہلی فعلی اور دوسری قولی حدیث ہے اور دونوں ہی صحیح ہیں اور ان دونوں کو جمع کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اگر گھر میں آکر پڑھے تو دو رکعتیں پڑھ لے، اور اگر مسجد میں ہی پڑھے تو چار پڑھے۔ (۲۹۰)

ان دونوں میں سے کسی ایک حدیث پر عمل کیا جاسکتا ہے، دو والی یا چار والی پر۔ جبکہ حضرت علی، ابن عمر، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم اور عطاء، ثوری اور ابو یوسف رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ پہلے دو رکعتیں اور پھر

(۲۸۷)۔ صحیح مسلم۔ (۲۸۸)۔ بخاری مع الفتح ۴۲۵/۲، مسلم مع النووی ۱۶۹/۶/۳۔ ۱۷۰، الفتح الربانی ۱۱۴/۶

(۲۸۹)۔ صحیح مسلم ۱۶۸/۶/۳۔ ۱۶۹، الفتح الربانی ۱۱۵/۶

(۲۹۰)۔ فقہ السنہ سید سابق ۳۱۵/۱، زاد المعاد بتحقیق الأرناؤوط ۴۴۰/۱

چار رکعتیں پڑھ لے لیکن یہ مسلک کسی صریح حدیث سے ثابت نہیں۔(۲۹۱)
امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے بعد کم از کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ چار ہیں۔(۲۹۲)
چار رکعتیں پڑھنے والے کیلئے جائز تو دونوں طرح ہی ہے کہ چاہے تو انہیں ایک ہی سلام سے پڑھ لے، یا چاہے تو دو دو رکعتیں کر کے دو سلاموں سے پڑھ لے۔ امام شافعی اور جمہور کا مسلک دو سلاموں والا اور احناف کا ایک سلام والا ہے اور امام شوکانیؒ نے احناف کے مسلک کو اظہر قرار دیا ہے۔ جبکہ جمہور کا مسلک اَحْوَط ہے کہ لوگوں میں سے کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ یہ ظہر احتیاطی کے چار فرض پڑھ رہا ہے۔ غرض چار رکعتیں پڑھنا افضل اور دو پڑھنا جائز ہے۔(۲۹۳)

وباللہ التوفیق

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین
ترجمان سپریم کورٹ۔ الخبر
وداعیہ متعاون، مراکز دعوت وارشاد
الدمام، الخبر، الظہران (سعودی عرب)

(۲۹۱)۔ الفتح الربانی ۶/۱۱۷
(۲۹۲)۔ شرح مسلم ۳/۶/۱۶۹
(۲۹۳)۔ نیل الأوطار ۲/۳/۲۸۱

فہرست مصادر ومراجع

نمبرشمار	اسم الکتاب	اسم المولف	طبع
۱	قرآن کریم		
۲	ارواءالغلیل	علاّمہ البانی	المکتب الاِسلامی۔بیروت
۳	اعلام اھل العصر	علاّمہ شمس الحق ڈیانوی	طبع بیروت
۴	اعلام الموقعین	علاّمہ ابن قیم	طبع بیروت
۵	بلوغ المرام مع سبل السلام	حافظ ابن حجر عسقلانی	طبع مدنی
۶	تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی	علاّمہ عبدالرحمٰن مبارکپوری	طبع مدنی
۷	تخریج احیاء علوم الدین	علاّمہ عراقی	طبع بیروت
۸	التعلیق المغنی	علاّمہ ڈیانوی	طبع بیروت
۹	التلخیص الحبیر	حافظ ابن حجر عسقلانی	جامعہ سلفیہ۔فیصل آباد
۱۰	جامع الاصول	امام ابن الأثیر	طبع بیروت
۱۱	الجوھر النقی حاشیہ سنن کبریٰ بیھقی	علاّمہ الترکمانی	دارالفکر۔بیروت
۱۲	الجمعہ ومکانتھا فی الاسلام	علاّمہ احمد بن حجر	طبع قطر
۱۳	حاشیۃ السندی والسیوطی علی النسائی	امام سندھی وسیوطی	المکتب الاِسلامی۔بیروت
۱۴	حجاب المرأۃ المسلمۃ	تحقیق علاّمہ البانی	طبع الدوحہ۔قطر
۱۵	زادالمعاد	علاّمہ ابن قیم	طبع بیروت
۱۶	سبل السلام	علاّمہ صنعانی	طبع بیروت
۱۷	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ	طبع بیروت
۱۸	سنن ابوداؤد مع العون	امام ابوداؤد	طبع مدنی
۱۹	سنن دارقطنی	امام دارقطنی	طبع بیروت
۲۰	سنن دارمی	امام دارمی	طبع بیروت

نمبرشمار	اسم الکتاب	اسم مؤلف	طبع
۲۱	سنن ترمذی مع التحفہ	امام ترمذی	طبع مدنی
۲۲	سنن کبریٰ بیہقی	امام بیہقی	طبع بیروت، طبع لاھور
۲۳	صحیح سنن نسائی	امام نسائی وعلامہ البانی	المکتب السلامی بیروت
۲۴	سلسلۃ الأحادیث الصحیحہ	علّامہ البانی	المکتب الاِسلامی۔بیروت
۲۵	سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ	علّامہ البانی	المکتب الاِسلامی۔بیروت
۲۶	شرح السنہ	امام بغوی	المکتب الاِسلامی۔بیروت
۲۷	صحیح بخاری مع الفتح	امام بخاری	طبع الریاض
۲۸	صحیح ابن حبان (الموارد)	امام ابن حبان وہیثمی	طبع الریاض
۲۹	صحیح ابن خزیمہ	امام ابن خزیمہ	طبع بیروت
۳۰	صحیح مسلم مع النووی	امام مسلم	طبع۔بیروت
۳۱	صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ	علّامہ البانی	دارالمعرفۃ۔الریاض
۳۲	عون المعبود شرح ابوداؤد	علّامہ شمس الحق ڈیانوی	طبع مدنی
۳۳	فتح الباری	علّامہ ابن حجر عسقلانی	دار الاِفتاء۔الریاض
۳۴	الفتح الربانی شرح مسند احمد الشیبانی	علّامہ احمد عبدالرحمٰن البنّاء	دارالشھاب۔قاھرہ
۳۵	فقۃ السنہ (اردو)	محمد عاصم	مکتبہ چراغِ راہ۔کراچی
۳۶	فتاویٰ امام ابن تیمیہ		طبع سعودی عرب
۳۷	فقہ السنہ (عربی)	سید سابق	طبع بیروت
۳۸	کتاب التوحید	ابن مندہ	طبع بیروت
۳۹	صحیح بخاری مع انگلش ترجمہ	ڈاکٹر محسن خان	دارالعربیۃ، بیروت
۴۰	مجمع الزوائد	علّامہ ھیثمی	طبع۔بیروت
۴۱	المحلّی بتحقیق احمد شاکر	علامہ ابن حزم	المکتب الاسلامی۔بیروت

نمبرشمار	اسم الکتاب	اسم مؤلف	طبع
۴۲	مختصر صحیح بخاری	علامہ البانی	المکتب الاسلامی۔ بیروت
۴۳	مختصر صحیح مسلم	علامہ البانی	المکتب الاسلامی۔ بیروت
۴۴	مختصر قیام اللیل	امام مروزی	الرسالۃ بیروت، وحدیث اکادمی۔ فیصل آباد
۴۵	المرعاۃ شرح مشکوٰۃ	علامہ عبیداللہ مبارکپوری	سانگلہ ہل۔ پاکستان
۴۶	مسند احمد	امام احمد بن حنبل	المکتب الإ سلامی۔ بیروت
۴۷	مشکوٰۃ	علاّمہ خطیب بتحقیق الالبانی	المکتب الإ سلامی۔ بیروت
۴۸	مصنف ابن ابی شیبۃ	امام ابن ابی شیبۃ	الدار السّلفیہ، بمبئ
۴۹	مصنف عبدالرزاق	امام عبدالرزاق	المجلس العلمی، انڈیا
۵۰	المغنی	امام ابن قدامہ	طبع بیروت ومصر
۵۱	مؤطا امام مالک مع التنویر	امام مالک	طبع بیروت
۵۲	المنتقیٰ مع نیل الاوطار	المجد ابن تیمیہ	طبع بیروت
۵۳	معارف الحدیث	مولانا نعمانی	طبع لکھنو
۵۴	نصب الرایۃ	علامہ زیلعی	طبع بیروت
۵۵	نیل الأوطار	امام شوکانی	طبع بیروت

مجلاّت وجرائد

۵۲-۱ مجلّہ جامعہ ابراہیمیہ ،فتویٰ شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز، سیالکوٹ

۵۳-۲ ہفت روزہ الإ عتصام، حافظ احمد شاکر، لاہور

حضرت مولانا ابو عدنان محمد منیر قمر صاحب حفظہ اللہ

کی چند علمی و تحقیقی تالیفات وتراجم



نشر و توزیع : مکتبہ کتاب و سنت ریحان چیمہ تحصیل ڈسکہ (سیالکوٹ)